بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مریم قریشی نے یہ ناول (گلاب رت کے حسین چہرو) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (گلاب رت کے حسین چہرو) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ، سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

****

رات بڑی پر سرار تھی، کچھ کہتی ہوئی حیران کن سی۔

پاپاآپ اداس کیوں ہوتے ہیں۔بس میں جلد ہی آپکو لینے آوں گی پھر ہم ساتھ ہوں گے ۔۔۔"سفید ہیولے نے انہیں بے چین کیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو؟ہماری یاد آتی ہے۔۔۔"وہ آنکھوں کی نمی کو صاف کررہے تھے۔ہما آج پہلی بار انہیں خواب میں ملی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں بس آپ صبر کریں بہت جلد ملاقات ہوگی ہماری۔۔"سفید ہیولے نے کہا اور غائب ہوگیا۔

وہ نیند سے جاگ گئے تھے۔

"ہما تم پر صبر نہیں آتا میری جان۔۔"تہجد کے وقت مظاہر آفندی اٹھ بیٹھے تھے۔

سائرہ شاید کسی پوتے کے کمرے میں تھیں۔انہوں نے لیمپ آن کیا۔دوبئی میں خوشگوار موسم تھا۔اتنا تو ایک ساتھ آٹھ گولیاں لگنے کے باوجود بھی وہ ہمت نہیں ہارے تھے۔ہمانے ان کی عمر کئی سال آگے کر دی تھی۔

وہ کچن کی جانب پانی لینے جارہے تھے کہ لڑکھڑا کر گر گئے۔

میکائیل جو چائے بنانے کے لیے کچن میں جارہے تھے انہوں نے والد کو گیلری میں گرا ہوا پایا تو پریشان ہو گئے۔ان کی نبض بہت آہستہ چل رہی تھی۔ہسپتال چند منٹ کے فاصلے پر تھا فوراً لے گئے۔

مظاہر آفندی کو آئی سی یو میں ایڈمٹ کر دیا گیا تھا۔سائرہ کی تو روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔انہیں خوف تھا کہ کچھ ہو جائے گا۔

سفینہ لاج میں آئیں تو سارے صحن میں دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔رات طلحہ اور ابراہیم لیٹ سوئے تھے جبکہ خاور جلدی سو گیا تھا۔طلحہ اور ابراہیم مختلف پہلوؤں پر غور کرتے رہے تھے۔

انہوں نے حماد کو راستے سے ہٹانے کا سوچ لیا تھا۔ بارہ بجے وہ بڑی مشکل سے جاگے تھے۔ دو بجے رواحہ کا ولیمہ تھا۔ اس کے بعد ابراہیم اور طلحہ تو سوات نکل جاتے جبکہ خاور نے لاہور جانا تھا۔

"رواحہ بیچارے کو بہت تنگ کیا رات ہم نے۔۔۔" ابراہیم نے کہا تھا۔

"ہاں نا یہ خود بڑی فلم ہے بس معصوم بن رہا تھا کل۔۔۔" طلحہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"ابراہیم پکڑو اپنے لاڈلوں کو مجھے زرا اسٹور میں کام ہے اس کے بعد ہمیں رواحہ کے ولیمے کے لیے نکلنا ہے۔" جارجٹ کے جوڑے میں ملبوس فرازیہ بیگم ایک ملازمہ سمیت دونوں بچوں کو چھوڑ گئی تھیں۔

"آہا لگتا ہے شہزادے بھی ساتھ جائیں گے۔۔" طلحہ نے اذان کے گال چھوئے وہ ہنسنے لگا تھا۔

ابراہیم نے مزمل کو گود میں اٹھا لیا۔

"نہیں اماں جان کہیں نہیں لے جاتی ہیں بچوں کو بقول ان کے میرے بچوں کو نظر لگ جاتی ہے۔۔۔"ابراہیم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"آہا بھتیجے ہمارے ہیں بھی تو کتنے خوبصورت بالکل اپنے چاچو پر گئے ہیں۔۔۔"طلحہ نے کہا تھا۔

"بکواس کم ہو گی بچے صرف اپنے والدین پر جاتے ہیں۔۔۔"ابراہیم نے کہا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔۔"طلحہ نے قہقہہ لگایا تھا۔

"اللہ اللہ اتنے پیارے بچے ماشاءاللہ۔۔۔"واش روم سے نہا کر نکلتا خاور بولا تھا۔

"شادی کر لیجیئے آپکے بھی ہو جائیں گے۔۔۔"طلحہ نے جھٹ سے مشورہ دے ڈالا۔

"ہاں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔۔۔"ابراہیم نے ہاں میں ہاں ملائی۔

"کر رہاہوں۔۔۔۔"خاور نے کہااور آئینے میں بال بنانے لگا۔

حمادرات کو تو کھانا کھا کر سکون سے سو گیا تھا۔ لیکن صبح اس کی پیٹ میں درد سے ہوئی تھی۔ پیٹ خراب ہو گیا تھا۔ واش روم کے چکر پر چکر تھے۔ بیچارہ بے حال ہو گیا تھا۔

"رات کچھ زیادہ ہی کھا لیا تھا۔۔۔" اس نے پانی پیتے ہوئے سوچا۔ کمرے سے باہر نکلنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔

گل مکئی نے جب دن کے دو بجے تک اس کے کمرے کا دروازہ بند دیکھا تو پریشان ہو کر چلی آئیں۔ بیچارہ بے حال سا بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔

"کیا ہوا ہے بیٹا۔۔؟" وہ پریشان ہو گئی تھیں۔

"بس رات میں کھانا ذرا زیادہ کھا لیا تھا۔۔۔" اس نے ہانپتے ہوئے بتایا تھا۔

"باہر گئے تھے؟" وہ بولی تھیں۔

"نہیں گھر میں رات لیٹ شدانہ نے فرائڈ رائس اور کباب بنائے تھے بڑی اماں اور میں نے کھائے۔۔۔"اس نے جواب دیا۔

"فون ہی کر دیتے مجھے صبح سے یہاں ہو۔۔۔"انہوں نے ڈپٹا تھا۔

"بس ہوش ہی کہاں تھا۔۔۔۔"حماد نے کہا تھا۔

"اچھا میں میڈیسن بھیجتی ہوں اور جوس بھی تم سو جانا رات تک طبیعت بحال ہو جائے گی۔۔" انہوں نے اس کا ماتھا تھپکا اور چلی گئیں۔

شدانہ آج تک ایسا مزاق کبھی نہیں کیا تھا تو ان کا ذہن اس کی طرف نہیں گیا وہ اسے محض بے وقت کھانا کھانے کی وجہ سمجھ رہی تھیں۔

"اُفف کس جرم کی سزا ملی ہے۔۔۔۔"حماد بڑبڑایا تھا۔

"ولن کے ساتھ ایسا سلوک صرف تم ہی کر سکتی ہو اپنی کہانی میں۔۔۔"شام کے سائے ڈھلنے لگے تو پرندے کی آواز سے میرے ہاتھ رک گئے تھے۔

"بہت شوق ہے تمہیں کہانیوں کا موضوع بننے کا۔۔"میں نے پرندے کو آنکھیں دکھائی تھیں۔

"ہاں بہت ہے کیا بگاڑ لو گی مس رائٹر۔۔"اس نے اپنے پنکھ پھیلائے تھے۔

"کچھ نہیں تم سے بگاڑ کر محبت کی کہانیاں کس سے سنوں گی تم فی الحال باجرہ کھالو میں کچھ لکھ لیتی ہوں پھر کسی موضوع پر بات کریں گے۔۔۔"

میں نے اسے مشورہ دیا تھا۔

"جی نہیں! میں پوری قسط جاننے کے بعد ہی جاوں گا۔۔"اس نے رٹ لگائی تھی۔

"اچھا بابا۔۔"میرا قلم پھر روانی سے چلنے لگا تھا۔

مظاہر آفندی کو ہوش آ گیا تھا۔انہیں آئی سی یو سے وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔سب گھر ولوں کاان کے گرد تانتا بندھا تھا۔پھر میکائیل اور سائرہ ہی رکے تھے باقی سب کو واپس بھیج دیا گیا تھا

۔

سیما کو فون پر اطلاع دی گئی تھی۔وہ آج کل اپنے شوہر کے ساتھ ملائیشیا تھیں۔بد حواس ہو کر وہ پہلی فلائٹ سے دوبئی پہنچ رہی تھیں۔ہمانے ان سب کو ڈرا دیا تھا۔

"Papa ! you are a gentle man !"

شام کو سیب کاٹتے ہوئے میکائیل بولے تھے۔

yes I am ..."

وہ مسکرائے تھے۔عمر رواں کی پونجی گھٹنے کو تھی۔

انہیں پتا تھا۔

New Era Magazine

"اچھا سنو میں بیک ورڈ کبھی نہیں رہا پر میری خواہش ہے کہ تم لوگ بچوں کے رشتے آپس میں کرنا۔اس کو نصیحت سمجھ لو یا وصیت۔بچوں کے ذہن بناوگے تو بن جائیں گے۔ جیسے اب سب اکٹھے رہ رہے ہیں ہمیشہ ایسے ہی رہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میری عمر میں تم یہ نصیحت اپنے بچوں کو بھی دو۔ہما کے بچوں سے کبھی فرق مت کرنا۔۔۔"اتنی لمبی بات کرنے پر ان کا سانس اکھڑنے لگا تھا۔میکائیل فوراً پانی پلانے کے لیے اٹھے تھے۔

سیما بھی آ گئی تھیں۔ائیر پورٹ سے ہسپتال کیسے پہنچی تھیں یہ صرف وہ ہی جانتی تھیں۔

"پاپا۔!!!"سیما زور سے بولی تھیں۔

انہوں نے نظریں اٹھائیں تھیں جیسے سیما کا انتظار تھا۔

"اپنا خیال رکھنا اپنی ماں کو اداس مت ہونے دینا کبھی۔۔"سیما ان کا ہاتھ پکڑے رو رہی تھی۔

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔آپکو ابھی زندہ رہنا ہے ہمارے لیے۔۔"سیما بولی تھیں۔

وہ مسکرادیئے اور آنکھیں بند کر لیں۔وہ سب سے مل چکے تھے۔اپنا کاروبار بھی وہ پہلے ہی بچوں کو سونپ چکے تھے۔میکائیل کو وصیت کی تھی کہ ہما کے بچوں کو وہ ان کا حق دیں گے۔

"پاپا!۔۔۔"ہما کی آواز قریب سے آرہی تھی۔

انہوں نے کلمہ پڑھ لیا تھا ملک الموت آگیا تھا۔اور یوں مظاہر آفندی چل بسے۔میکائیل ضروری کال کے لیے باہر گئے تھے۔سیما واش روم تھیں۔میکائیل جب واپس آئے تو ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور چہرے پر مسکان تھی۔ان کے دل کو کچھ ہوا۔ڈاکٹر کو بلایا تو موت کی تصدیق ہو گئی۔

"بس میرے دل میں کئی دن سے وہم تھا میکائیل ہمارے دو قیمتی لوگ چلے گئے ہمارا خاندان ویران ہو گیا۔ہما ہمیشہ ایسا کرتی ہے پاپا کو اپنے ساتھ رکھتی ہے۔اس نے اس دنیا میں بھی نہیں رہنے دیا۔۔۔"سیما رو رہی تھیں۔

"ہاں دیکھو کسی کے محتاج نہیں ہوئے ساری زندگی شان سے جیئے اور شان سے گئے ہیں۔۔۔"میکائیل نے انہیں تسلی دی تھی۔

\---

"حماد کی طبیعت کافی خراب ہے اس کے لیے کھچڑی بنا دینا۔۔۔" گل مئی نے جھولا لیتی شندانہ سے کہا تھا۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر سے جھولا جھولنے لگی تھی۔انہوں نے غور سے لاڈلی کا چہرہ دیکھا وہاں کچھ نہیں تھا۔شندانہ کا جذبات سے عاری چہرہ انہیں عجیب مشکل میں مبتلا کر گیا تھا۔

"کیا واقعی دل لگی دل کو لگ گئی تھی۔۔۔" انہوں نے اپنے آپ سے سوال کیا تھا۔

"آپکو کیا لگتا ہے۔۔۔؟؟؟" وقت نے سوال کیا تھا۔

وہ چونک گئیں۔انہوں نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ ان کی بیٹی سمجھوتہ کرے۔وہ اسے خوش دیکھنا چاہتی تھیں۔ مگر شندانہ کی بے نیازی کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔

"شندانہ!" انہوں نے پکارا تھا۔

New Era Magazine

"جی بولیں۔۔۔"اسپاٹ لہجے میں سرد مہری تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو۔۔"وہ بے اختیار پوچھ بیٹھی تھیں۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔۔۔"جواب دے کر وہ اپنے کمرے کی جانب ہو لی تھی۔

وہ جان گئی تھیں کہ انہوں نے اپنی دوست کھو دی ہے۔ان کی نازوں پلی بیٹی گھٹ گھٹ کر مر رہی تھی۔انہیں پہلی بار شندانہ درست لگی تھی اور بڑے غلط وقت پر لگی تھی۔

سائرہ کو جیسے ہی پتا چلا وہ لڑکھڑا کر گر گئیں تھیں۔

وصیت کے مطابق انہیں ہما کے ساتھ ہی دفنانا تھا۔تو آج رات کو سب پاکستان جا رہے تھے۔ دوبئی سے ہر وقت انٹر نیشنل فلائٹس نکلتی تھیں۔

پاکستان میں بھی اطلاع کر دی گئی تھی۔ابراہیم لوگ گھر سے نکلنے والے تھے کہ موت کی اطلاع ملی۔ابراہیم اور طلحہ رک گئے تھے خاور چلا گیا تھا۔

"افففف ایسا لگتا ہے موت نے یہاں بسیرا کر لیا ہے۔۔۔"ابراہیم نے فرازیہ بیگم سے کہا تھا۔

"ہاں میری بہن تو بیوہ ہو گئی ابراہیم!"وہ روتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی تھیں۔

"بس اللہ کی مرضی کے کام ہیں۔ہر چیز اس کی امانت ہے۔اس کی مرضی جب چاہے ہم سے واپس لے لے۔۔۔"طلحہ نے کہا تھا۔

"بہو کے جانے کا غم ابھی ہلکا نہیں ہوا اور۔۔۔۔"خان صاحب بات مکمل نہیں کر سکے تھے۔

ابراہیم تو اپنے کمرے میں جاتا ہی نہیں تھا۔بے شک ہما سے دلی لگاو نہیں تھا لیکن قریبی تعلق تو تھا نا۔اسے ہما کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ابراہیم کے دل کا ایک کونہ ہما سے آباد تھا۔مرد کے دل میں بہت سی محبتوں کی گنجائش ہوتی ہے۔لیکن عشق وہ ایک ہی کرتا ہے۔

"اس کی کمی ہمیشہ رہے گی۔۔۔"ابراہیم نے کہا تھا۔

طلحہ نے تاسف سے دوست کو دیکھا۔حالات وواقعات نے مل کر اسے لاچار کر دیا تھا۔

نیازی منزل میں بھی رات اتر آئی تھی۔سرد، گہری اور تاریک۔

"شندانہ کا رویہ ٹھیک ہے اب۔۔۔۔"شایان نیازی گل مکئی سے پوچھ رہے تھے۔

"اس کے رویے کو کیا ہونا ہے سب سیٹ ہے۔۔۔"گل مکئی اداسی سے بولی تھیں۔

"تم اداس لگ رہی ہو، خیریت۔۔۔۔"انہوں نے استفسار کیا۔

"نہیں بس ویسے ہی شندانہ کی وجہ سے چند ماہ میں رخصتی ہو جانی ہے کیا کروں گی۔میری تو ایک ہی اولاد ہے۔۔۔"وہ بولی تھیں۔

"تو میرے کونسا آٹھ آٹھ بچے ہیں۔۔۔" انہوں نے جواب دیا تھا۔

"کاش ہوتے!" مہرون گرم جوڑے میں وہ دلکش دکھتی تھیں۔

"بیگم اب ہی ہو سکتے ہیں کیا خیال ہے پھر۔۔۔" شایان بولے تھے۔

"اففف آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔۔۔" انہوں نے جھر جھری لی تھی۔

شایان نیازی کا قہقہہ بلند تھا۔

یاور کمرے میں آیا تو تحریم کو روتا ہوا پایا۔ وہ ہڑ بڑا گیا تھا۔

"اللہ اللہ کیا ہوا ہے بیگم!" وہ واقعتاً پریشان ہوا تھا۔

"انکل آفندی کی ڈیتھ ہو گئ ہے۔۔۔" تحریم نے روتے ہوئے کہا تھا۔

"کون میکائیل کے پاپا۔۔۔؟" یاور نے پوچھا تھا۔

"ہاں ہما کے پاپا۔۔۔. تحریم نے کہااور یاور کے شانے سے لگ کر سسکنے لگی تھی۔

"افففف۔۔۔" یاور بڑبڑایا تھا۔ تحریم ہنوز سسک رہی تھی۔

"تم رونا بند کرو۔ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی ہے۔۔" یاور نے تسلی دی تھی۔

"یہ ہو کیا گیا ہے ہمارے خاندان کو نظر ہی لگتی جا رہی ہے۔۔۔" تحریم نے کہا تھا۔

"صبر کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اللہ کی مرضی کے کاموں میں ہم کیسے دخل دے سکتے ہیں ۔۔۔" یاور نے اسے سمجھایا تھا۔

"یاور میں تو نہیں جاسکتی۔ میری تو طبیعت ہی خراب رہتی ہے۔۔۔" تحریم کو یہ غم بھی کھائے جا رہا تھا۔

"ہاں یہ تو ہے میں تمہیں لے جاوں گا بعد میں۔ تم ہوش کرو میں ابھی آتا ہوں۔۔۔" یاور نے اس کا گال تھپتھپایا تھا۔اور اس کے لیے جوس لینے کچن گیا تھا۔

رات کے گیارہ بجے مظاہر آفندی کی میت سفینہ لاج لائ گئ۔ سب کو اطلاع کر دی گئ تھی۔ان کے بھائ مختلف ممالک میں تھے۔سب کو آناًفاناً آتے ہوئے بھی ایک دن لگنا تھا۔ سو کل رات کو میت کو دفنانے کا ارادہ تھا۔

"سفینہ لاج ایک بار پھر آہوں اور سسکیوں سے بھر گئ تھی۔دوسری موت کا غم بھی کچھ سوا تھا۔ساڑھے تین ماہ میں دو فوتگیاں ہوئ تھیں ایک ہی گھر میں۔

ملک کے کونوں کھدروں افراد آرہے تھے۔ مظاہر آفندی کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔

انسان کو دنیا میں اتنے اچھے کام تو کرنے چاہیئں کہ لوگ اس کا نماز جنازہ پڑھنے کے لیے سب کچھ چھوڑ کر آجائیں۔

ہما کی وفات پر تو ابراہیم کو شاک تھا۔اس بار وہ صبر سے تمام معاملات سنبھال رہا تھا۔

سیما اور سائرہ تو مسلسل بے حوش تھیں۔

ہم جان سے پیارے لوگوں کو بھی دفنا ہی دیتے ہیں۔کیونکہ دنیا میں یہی ہوتا آیا ہے۔

پھر آخری رسومات ادا کر دی گئیں تھیں۔طلحہ تو نماز جنازہ کے بعد ہی نکل گیا تھا۔ابراہیم کو خان صاحب نے قل تک روک لیا۔اسے ویسے ہی آف تھا تو اس کا رہنا بنتا تھا۔

ابراہیم اندر آتا تو بچے اس کی طرف لپکتے تھے۔ساڑھے پانچ ماہ کے یہ دو ننھے وجود باپ سے واقف ہو گئے تھے۔بچوں کی پیدائش کے بعد وہ پہلی بار اتنا وقت سفینہ لاج میں گزار رہا تھا۔

فرازیہ بہن کو سنبھالنے میں مگن تھیں اور ابراہیم بچوں کے ساتھ مہمانوں کو دیکھ رہا تھا۔تنویر علی تو بس میکائیل وغیرہ کے ساتھ تھے۔

"یہ پاپا بھی نا مجھ سے کام لینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔۔" وہ اذان کو سلاتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔

ملازمہ کو بٹھا کر وہ کچن میں چلا آیا تھا۔

سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

وہ چائے لیکر کمرے میں جا رہا تھا کہ اس کا سامنا یاور سے ہوا تھا۔وہ اکیلا نہیں تھا اس کے ساتھ گل مکئی بھی تھیں۔وہ چونکا تھا۔

یاور نے اس کی طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا۔ابراہیم نے چائے ٹیبل پر رکھ کر اس کو گلے لگایا تھا۔اس نازک موقع پر وہ کوئی بدمزگی نہیں چاہتا تھا۔پھر وہ گل مکئی کے سامنے جھکا۔ انہیں جھر جھری آ گئی تھی۔

اس میں واقعی کچھ ایسا تھا۔یہ فوجی گڈا شاندار تھا۔وہ پہلی بار ابراہیم کو دوسری نظر سے دیکھ رہی تھیں۔ان کا ابراہیم سے اب تک کم ہی سامنا ہوا تھا۔

گل مکئ ابراہیم سے اچھے سے ملی تھیں۔ابراہیم کو خوشگوار حیرت ہوئ تھی۔علینہ گل مکئ کو اندر کمرے میں لے گئ اور وہ ڈرائنگ روم سے یاور کو اپنے کمرے میں لے آیا۔

"ابراہیم بچوں کے کمرے میں جارہی ہوں کچھ دیر سووں گی۔۔۔"سمین آپا گیلری سے گزرتے ہوئے بولی تھیں۔

"جی اچھا اذان نے دودھ پی لیا تھا۔مزمل جاگے تو اسے پلا دیجئیے گا۔۔۔"ابراہیم نے جواب دیا تھا۔

"تحریم نہیں آئ۔۔۔"ابراہیم نے پوچھا تھا۔

"نہیں طبیعت خراب ہے اسے ڈاکٹر نے ریسٹ بتایا ہے۔۔۔"یاع

ور سنجیدگی سے بولا تھا۔

"سہی باقی سب ٹھیک ہے وہاں۔۔۔۔"ابراہیم نے پوچھا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے تم سناو آج کل چھٹیاں منا رہے ہو۔۔۔" یاور نے پوچھا تھا۔

"ہاں بس پھر یہ سب ہو گیا میں واپس جا رہا تھا۔۔۔" ابراہیم نے کہا تھا۔ ملازمہ چائے لے آئی تھی۔

"ابراہیم بہت افسوس ہوا، لیکن اس تخلیق کار کے اپنے حساب ہیں۔۔۔" یاور نے پرسہ دیا تھا۔

"ہاں مالک جو ہے۔۔۔" ابراہیم نے جواب دیا تھا۔

"میں شرمندہ ہوں میں کچھ نہیں کر سکا۔ میں اپنے خاندان کے آگے مجبور ہو گیا تھا۔۔۔" یاور نے کہا تھا۔

"کوئی بات نہیں نصیب میں نہیں تھا۔۔۔" ابراہیم نے کہا تھا۔ وہ یاور کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ وہ Move onn کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے، مگر ایسا نہیں تھا۔ جیسے نیازی منزل کے مکینوں نے راتوں رات اس کی قسمت کا فیصلہ کیا تھا وہ بھی چپ چاپ کچھ کرنا چاہتا تھا۔ ابراہیم کو انہوں نے ایک موقع تک نہیں دیا تھا۔ یہ بات اسے آگ کی طرح جلائے رکھتی تھی۔

وہ دونوں اب خاموشی سے چائے پینے لگے تھے۔

بیچارہ حماد دو دن بعد کمرے سے نکلنے کے قابل ہوا تھا۔اس سب میں شندانہ ایک بار بھی اسے پوچھنے نہیں گئی تھی۔وہ دراصل حماد کا سامنا ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس رات ابراہیم سے بات کے بعد اس کے حواس منتشر تھے اور اب جیسے پتا چلا تھا کہ گل مکئی اور یاور وہاں گئے ہوئے ہیں تو دھیان وہیں اٹکا تھا۔

اسے بھی ہما کے والد کی وفات کا بہت افسوس تھا۔

حماد کچن میں جا رہا تھا کہ اسے شندانہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی نظر آئی تھی۔

"ہائے لیڈی! میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ مجھ سے گریز کیوں برت رہی ہیں۔۔۔"حماد نے باقاعدہ سوال کیا تھا۔

New Era Magazine

"نہیں بس میں شرمندہ تھی۔میرے بنے ہوئے کھانے کہ وجہ سے آپ کو تکلیف اٹھانی پڑی ۔۔۔"شندانہ نے کیا لاجواب ایکٹنگ کی تھی۔

"So nice of you ..."

حماد نے کہا تھا۔

شندانہ شرمندہ ہو گئ تھی۔

حماد کے چہرے پر نقاہت کے اثرات تھے۔اس نے کچھ زیادہ ہی کر دیا تھا۔

"ہہنہ اور کرو فرمائشیں۔۔۔"شندانہ نے دل میں کہا تھا۔

اکثر اوقات ہم کسی سے محبت میں اتنے اندھے ہو جاتے ہیں کہ ہمارے دل میں نفرت سر ابھارنے لگتی ہے۔لیکن ہمیں اندازہ نہیں ہوتا۔شندانہ کی رگوں میں بھی حماد سے نفرت کا زہر پھو پھوندی کی طرح لگ رہا تھا اور وہ محبتیں بانٹنے والی لڑکی اس چیز سے ناواقف تھی۔شندانہ اپنے بس میں نہیں رہی تھی۔

"آج شام چلیں کہیں۔۔۔"حماد نے آفر کی تھی۔

"نہیں میں نہیں جاپاوں گی میرا دل نہیں کررہا سر میں درد ہے پھر کبھی چلے جائیں گے ۔۔۔۔۔"شندانہ نے ٹالا تھا۔

"کوئی نہیں کل یا پرسوں پروگرام رکھ لیں گے۔۔۔"حماد نے کہا تھا۔

"جی۔۔۔"شندانہ بس یہی کہہ سکی تھی۔

"تم پینٹنگز نہیں بناتیں اب۔۔۔۔"حماد نے شندانہ سے پوچھا تھا۔

"نہیں دل نہیں کرتا ہے۔۔۔"اس نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

"کیوں بنایا کرونا، بلکہ ہمارے نکاح لو لیکر اچھی سی بناو۔۔۔"حماد نے کہا تھا۔

شندانہ چپ رہی تھی۔

"ہاں کیسے بناو گی اس فضول انسان کے لیے پینٹنگز تو تم بنا بنا کر نہیں تھکتی تھیں۔۔۔"حماد دل ہی دل میں بڑبڑایا تھا۔

"بناوں گی انشاءاللہ کبھی۔۔۔"شندانہ نے کہا تھا۔

"انتظار رہے گا۔۔۔"حماد نے کہا تھا۔

"میں زرا سونے جا رہی ہوں۔۔۔"شندانہ نے کہا اور چل دی۔

"محترمہ کے نخرے آسمانوں پر ہیں۔۔"حماد نے مسکراتے ہوئے سوچا تھا۔

حماد ایک دن شندانہ کے کمرے میں گیا تھا وہاں اس نے پینٹنگ ایرا میں قدم رکھا تو ہر پینٹنگ میں۔اسے ایک ہی شخص کی شبیہہ نظر آئی تھی۔پھر اس نے پروفائل کنگھالی تھی۔ابراہیم علی خان کے تمام پینٹنگز پر کمنٹ تھے۔

اسے ابھی بھی کنفرم نہیں تھا۔

New Era Magazine

وہ کچھ سوچ رہا تھا کہ اس کی نظر سامنے باکس پر پڑی۔حماد کی فطرت میں تجسس نہیں تھا لیکن شاید قدرت شندانہ اور ابراہیم کا راز اس پر کھولنا چاہتی تھی۔

باکس کو کھولا تو اس کے اندر دو میٹل کی سیاہ چوڑیاں رکھی تھیں اور ڈبے کی سفید سطح پر مار کر سے خوبصورت سا "ابراہیم" لکھا تھا۔حماد کے ذہن میں کڑیاں ملتی گئیں۔شندانہ کا وادی میں اسے اچانک دیکھ کر گھبرانا۔منگنی کی شام نروس بریک ڈاون اور پھر ابراہیم کی اس سے خود ساختہ ضد۔

"تمہیں کامیاب نہیں ہونے دوں گا میں ابراہیم!!"حماد کو شاک تھا۔اتنا شاک کہ وہ کچھ دنوں کے لیے واپس لندن چلا گیا تھا۔

اس کا کافی بار دل چاہا کہ وہ واپس نا جائے۔لیکن پھر اسے ابراہیم کا رویہ یاد آیا۔اس نے ضد باندھ لی تھی کہ ابراہیم کو شکست دے گا۔اور وہ پر یقین تھا کہ ایسا ہی ہو گا اور وہ وقتی طور پر شکست بھی دے چکا تھا۔لیکن دل میں کہیں شرمندگی تھی۔

شندانہ بے شک اس کے ساتھ ٹھیک تھی، مگر خوش بالکل نہیں تھی۔ نکاح کو ایک ہفتے سے اوپر ہو گیا تھا مگر وہ بہت زیادہ نارمل بی ہیو کر رہی تھی۔

وقت حماد کی سوچوں پر مسکرایا تھا۔

قل کے بعد ابراہیم سوات واپس جا چکا تھا۔ کافی لوگ چلے گئے تھے۔ میکائیل سیما اور سائرہ یہیں تھے۔ باقی سب کو بھیج دیا گیا تھا۔ سفینہ لاج میں وہی معمول کی روٹین تھی۔ بچے ننھیال والوں سے مانوس ہو گئے تھے۔

"مجھے تو یہ دکھ ہے کہ بچے ماں کو صرف تصاویر میں ہی دیکھیں گے۔۔۔" سیما بولی تھیں۔

"میں چاہتی ہوں کہ ابراہیم کی شادی ایسی جگہ ہو کہ وہ لڑکی ان بچوں کو اپنا سمجھے اور سگی ماں کی طرح ان کے ناز اٹھائے۔۔۔" فرازیہ نے جواب دیا تھا۔

"ہاں لیکن ماں جیسا کون ہو سکتا ہے؟" سائرہ بولی تھیں۔ ہما کے بعد مظاہر آفندی کی وفات نے ان کی کمر توڑ دی تھی۔ وہ کچھ دنوں میں ہی نڈھال ہو گئی تھیں۔ صدیوں کی بیمار دکھتی تھیں

۔

"میں کیسے رہوں گی مظاہر آپ ہما کے پاس چلے گئے۔۔۔" وہ بولی تھیں۔

"بس صبر کرو سائرہ۔۔۔" انہوں نے تسلی دی تھی۔

طلحہ کالام تھا۔ سردی عروج پر تھی۔ اس نے بے بے کو منالیا تھا۔ چند دن بعد بے بے اسفند یار کے ساتھ سمل کے گھر جارہی تھیں۔

سمل کو اس نے بتایا تھا وہ ایکسائٹڈ تھی۔

"بہت اچھا ہو رہا ہے ورنہ میں تو تمہارے ہجر میں مر ہی جاتی۔۔۔" سمل نے کہا تھا۔

"لڑکی! تم پاگل ہو اور مجھے پاگل کردو گی۔۔"طلحہ نے میسج کیا تھا۔

"ہاں پاگل ہوں۔۔۔"وہ کھلکھلائی تھی۔

میں پاگل کمی کو جی آں

توتاں چن ورگا ماہی

میں مڑ مڑ ویکھاتینوں

تو ہتھ کدی نی آندا وے

میں روز منتاں دعاواں منگاں

تو میری خبر نیں لیندا ماہی

تینوں ویکھ کہ میں

جیندی آں

تیرے باجھوں جی نی لگدا ماہی!

ضلع سوات میں سردی عروج پر تھی۔اور شندانہ کا مزاج بھی سرد ہو چلا تھا۔

ہم نے سنا ہے

اسے محبت بے پناہ ہے

اس لیے

چوٹی کے بل میں محبت گوندھ کر

ہم نے رکھی ہے

ہاں ہم شعبدہ باز ہیں لفظوں کے

وہ لہجوں کا ماہر ہے

ہمیں اپنے آپ پر ناز بڑا

اسے اپنی آسودگی پر

غرور ہے

لیکن وہ لہجے کا جادوگر

نہیں جانتا کہ

لفظوں کے ماہر کھلاڑی

محبت کی جنگ میں جیت جاتے ہیں

اس لیے ہوا کے دوش پر

ہر جذبے کو ایک مالا میں پرو کر

کلائی سے باندھ لیا ہے

ہم نے اسے اپنا جیون مان لیا ہے

New Era Magazine

"ابراہیم۔۔۔!"شندانہ وادی میں مخصوص جگہ پر بیٹھی سسکیاں بھر رہی تھی۔

"جی۔۔۔۔"کسی نے پیچھے سے آکر کہا تھا۔

شندانہ کو اچنبھا ہوا تھا۔اس نے فوراً آنسو پونچھے تھے۔

"یہاں آنے کا کوئی مقصد۔۔۔؟"وہ تیز لہجے میں بولی تھی۔

"یہاں بیٹھ کر سسکیاں بھرنے کا کوئی مقصد۔۔۔۔"مقابل نے اسے آنکھوں میں سمونا چاہا تھا۔

"میری مرضی۔۔۔"وہ صاف مکر گئی تھی۔

"اچھا۔۔۔"وہ قریب ہوا تھا۔شندانہ کے حواس کھونے لگے۔

"سوات سے دفعہ ہو جاؤ کرنل تم۔۔۔"شندانہ نے ہمت جمع کی۔

"آہا کیوں۔۔۔۔" ابراہیم نے اس کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی تھی۔

"کیوں کہ تم ہار چکے ہو۔۔۔۔" شندانہ بغور اسے دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

"کس نے کہا ہے میں ہار گیا ہوں میں تو جیت گیا ہوں شندانہ، ہار تو تم گئی ہو۔۔۔۔" مقابل کا لہجہ گرماتا ہوا تھا ہونٹوں پر مسکان سجی تھی۔

"چلو مان لیا میں ہار گئی ہوں۔ لیکن تم نے مجھے کھو دیا ہے ابراہیم۔۔۔" شندانہ نے کہا اور پلٹنے لگی تھی۔

"اچھا یہ تو وقت بتائے گا۔۔۔۔" ابراہیم نے زرد ہوتے چہرے کا نظروں سے طواف کیا تھا۔

"زیادہ گھورنے کی ضرورت نہیں ہے یہ کوئی تمہاری چھاونی نہیں ہے۔۔۔۔" شندانہ نے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"ہاں لیکن یہ سامنے ٹھہری لڑکی میرے دل والی تو ہے۔۔۔۔۔" ابراہیم ہولے سے ہنسا تھا۔

"دل والی اور گھر والی میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے فوجی۔۔۔"شندانہ زہر خند لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"ہاں تو کیا ہے بنالیں گے صاحبہ کاہے کو اتنا غصہ ہے؟"وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"کیوں تمہارے لیے یہ سب مزاق ہے؟؟؟"شندانہ نے اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

"آہا میری بلی تو خونخوار ہو گئی ہے۔۔۔"ابراہیم نے کہا تھا۔

"حد میں رہو تم۔۔۔۔"اس کا گریبان چھوڑتی وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولی تھی۔

"ابھی حد میں ہی ہوں کبھی بے حد نہیں ہوا صاحبہ۔۔۔"ابراہیم نے شگفتہ لہجے میں کہا تھا۔

"بالکل رہنا بھی حد میں اور مجھے کبھی نظر نہ آنا۔۔۔۔۔"شندانہ نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

New Era Magazine

"ابراہیم کو وارننگ دے رہی ہو یا ایک مرد کو۔۔"اس کا لہجہ جان لیوا تھا۔

وہ خاموشی سے پیچھے ہوئی۔

"بولو!رک کیوں گئیں۔۔۔"اس نے پوچھا تھا۔

"میری مرضی میں تمہارے ہر سوال کا جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔۔"چندانہ نے نخوت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"اچھا اس لیے یہاں جنگل کے درختوں کو اپنی بھاں بھاں سنا رہی تھیں۔۔۔"ابراہیم کا انداز شرارتی تھا۔

"ہاں تمہیں کوئی اعتراض؟"وہ سرخ ہوئی تھی۔

"نہیں کوئی اعتراض نہیں ہے، کیا تمہیں ہے۔۔"وہ معنی خیز لہجے میں بولا تھا۔شندانہ کے پاس الفاظ نہیں تھے۔

ہوا نے گیت گنگنا یا ہے
کہ تم نے بلا یا ہے
پھولوں نے گلشن مہکا یا ہے
کہ تم نے بلا یا ہے
تمہاری یاد نے ہم کو
ایسا غافل بنا یا ہے
کہ دل تیری پکار پر
سب کچھ بھلا کر
ہمیں یہاں لے آیا ہے
ہم نے زمانے کے ستم
تجھ کو سنانے تھے
زمانے نے تو تجھے بھی
ستم گر بنا یا ہے
ہمیں لہروں نے بتا یا ہے
یہ جھکی پلکیں
یہ ہوش ربا حسن
تم نے ہمارا دل چرانے کا

کوئی وظیفہ کروایا ہے

ہمیں رتوں نے بتایا ہے

یہ جو ورد جاری ہے

تیرے لبوں پر محبت کا

اس میں نام میرا آیا ہے

میری سماعت نے بتایا ہے

کسی غیر کے لیے

جب تو سج کے بیٹھی تھی

اس بات نے مجھے بڑا اثر پایا ہے

یہ خواہش تھی میری

کہ تیرے وجود پر

صرف میرے استحاق کا زیور سجتا

اس دمکتی ہوئی لونگ نے

ہمارا دل دکھایا ہے

کسی سندیسے کا جواب ناپا کر

یہ وجود خود تیری راہوں میں آیا ہے

New Era Magazine

وہ چپ ہو گیا تھا۔وہ دونوں ٹرانس کی سی کیفیت میں تھے۔وہ کھو چکے تھے ایک ایسے سکون میں جو دو محبت کرنے والے کھو جاتے ہیں۔وہ جان چکے تھے کہ وہ ساتھ رہیں گے تو ہی زندہ رہیں گے۔ہجر کی تپتی راہوں میں بڑا خوشگوار جھونکا آیا تھا۔

"آپ نے دیر کر دی ابراہیم اتنی دیر کہ سب راستے بند ہو گئے۔۔"شندانہ نے کہا تھا۔

"واہ کیا مزاج پایا ہے کبھی آپ کبھی تم محترمہ آپ نے ہمیں رگیدنے کا تمغہ کہاں سے لیا ہے ۔۔۔"ابراہیم نے کہا تھا۔

"میں جا رہی ہوں کوئی آ ہی نا جائے یہاں۔۔۔"شندانہ نے کہا تھا۔

ابراہیم نے اس کی چادر کا پلو پکڑ لیا ہے۔

"اب یہ کیا ہے ؟؟؟"وہ بد تمیزی کہتے کہتے رکی تھی۔

"بد تمیزی ہے۔۔۔"ابراہیم کے کیا تیور تھے۔

"افف۔۔۔"شندانہ نے دانت پیسے۔

"تم مجھے بھی پیس سکتی ہو،دانتوں کا کیا ہے۔۔۔"ابراہیم نے اسے مزید سلگایا تھا۔

"اب ان باتوں سے کیا حاصل ہو گا؟"وہ اس سے مخاطب تھی۔

"ہاں کیا حاصل ہو گا۔۔۔۔"وہ راہ میں کھڑا ضد پر اتر آیا تھا۔وہ بے بس ہو گئی تھی۔

"کیا جرم ہے دو بچوں کے باپ کا محبت کرنا"ابراہیم کا سلگتا ہوا لہجہ تھا۔

"ابراہیم!"وہ ہونٹوں پر ہاتھ رکھے رو پڑی تھی۔

"تم وعدہ کرو شندانہ کہ جب تک میں تمہیں حاصل نہیں کر لیتا تم اس سے چار سو فٹ دور رہو گی۔۔۔"ابراہیم نے کہا تھا۔وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"آپ جیسا بے تاب نہیں ہے وہ صاحب"اس کا لہجہ فسوں تھا۔

"میں بے تاب ہوں۔۔۔" مقابل آج لفظوں کے کیل کانٹوں سے لیس ہو کر آیا تھا۔شندانہ کا دل دھڑک اٹھا۔

"اچھا اپنی بے تابی کا علاج کروایئے۔۔۔"شندانہ بولی تھی۔

"علاج کروانے ہی تو آیا ہے یہ فوجی "ابراہیم مسکرایا تھا۔

"اچھا۔۔۔"شندانہ نے غور سے دیکھا،آنکھیں سرخ تھیں۔وہ دیکھتی رہ گئی تھی۔

دل دنیا سے غافل ہوا ہے
جذبوں نے ہار مان لی ہے
شکستہ سا دل صرف
تیری چاہت کا پابند ٹھہرا ہے
جگنوؤں سی روشنی رکھنے والے
تیری آنکھوں میں میں نے
گھر بسایا ہے
تجھے دیکھنے کی خاطر
دل مجھے اس موڑ پر لایا ہے

تیرے سنگ چلنے کو

یہ قدم ترستے ہیں

اس لیے میں نے برسات کا

بہانا بنایا ہے

تیرے مقابل آ کر

لفظ.جی اٹھتے ہیں

محبت نے یہ گیت گایا ہے

تمہیں ہم نے بلایا ہے

ہوا کو سندیسہ دے کر

تمہیں بے قرار پایا ہے

دل تیری ہر بات پر لبیک کہتا ہے

اس کم بخت پر تیرا سایہ

ہمیں کوئل نے بتایا ہے

تیرے ساتھ بیتے لمحے

مجھے آباد رکھتے ہیں

اس دل کو تیرا مسکن بنایا ہے

مجھے دھڑکن نے بتایا ہے

New Era Magazine

تو آیا تو ہے مگر بڑی دیر سے

اس محفل عشق میں ہم نے

تیری ہر خطا پر پردہ گرایا ہے

ہمیں دل نے بتایا ہے

ان گلابی آنکھوں نے ہمیں پہروں

جگایا ہے

صرف تجھ ہی تو یہ دل آیا ہے

ہمیں آئینے نے بتایا ہے

شندانہ مسحور کن لہجے میں بولی تھی۔

نوشیر واں اور مرینی اس وقت گرین لینڈ میں تھے۔ وہاں برف باری پڑ رہی تھی۔ کرسمس گزشتہ رات ہو چکی تھی۔ آج 26 دسمبر تھا۔

"رات میں نے ہما کو دیکھا خواب میں بہت خوش تھی وہ۔" عروہ نے نوشیر واں سے کہا تھا۔

"کیا کہہ رہی تھی "اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ وہ اب اکیلی نہیں ہے "میری الجھے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

ہو سکتا ہے وہ دلاسہ دے رہی ہو کہ اس کے ساتھ اور بھی لوگ ہیں اور وہ خوش ہے تم اسے روز کافی سارا قرآن پاک پڑھ کر ہدیہ بھی تو کرتی ہو "نوشیر واں نے مدھم لہجے میں کہا تھا۔

"ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا "مرینہ کھلکھلائی تھی۔

"ہاں ویسے اس کا نام گرین لینڈ کی بجائے آئس لینڈ ہوتا حد نگاہ برف ہی برف ہے "نوشیر واں نے کہا تھا۔

"ہاں کیا کریں کیا کر سکتے ہیں آپ کہیں تو ہسٹری چھان مارتے ہیں ہمیں کوئی سراغ مل ہی جائے گا "مرینہ نے کہا تھا۔

"جی جو حکم آپکا "نوشیر واں نے سر خم کیا تھا۔

"ویسے میں نوٹ کر رہی ہوں تمہاری زبان اب چلنے لگی ہے" مرینہ نے کینہ توز نگاہوں سے نوشیر واں کو دیکھا تھا۔

"کیوں پہلے رکی ہوئی تھی کیا؟؟" اس نے تندہی سے جواب دیا تھا۔

"آہا موصوف ہماری رفاقت کا کمال ہے" عروہ نے سرگوشی کی تھی۔ نیلے بند کوٹ میں اس کی دمکتی رنگت مزید نمایاں تھی۔ وہ لوگ اس وقت ہوٹل کے مین ہال میں تھے۔

"جی اعتراف ہے" نوشیر واں نے جواب دیا تھا۔

"ویسے ہم دونوں کی اردو کافی بہتر ہو گئی ہے" میری نے کہا تھا۔

"آپکی بہتر ہو گئی ہے محترمہ میری تو پہلے ہی بہتر تھی۔ ہاں اب میں بولتا زیادہ ہوں تو تمہیں ایسا محسوس ہوتا ہے" نوشیر واں نے عروہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ بلیک لانگ کوٹ میں وہ بھی کم دلکش نہیں تھا۔

"اچھا جی" مرینہ نے کہا اور مسکرا دی۔زندگی بھی مسکرا دی تھی۔باہر گلاس وال سے نظر آتی برف باری دلکش سماں باندھ رہی تھی۔ایک مکمل منظر تھا مرینہ نوشیر واں محبت اور موسم۔ قدرت کے کارواں میں دو سکے اچھلے اور دونوں نے لوح محفوظ پر لفظ "جاوداں" کندہ کیا۔

ہاں محبت جاوداں ٹھہری
کسی دلکش سے لمحے میں
کسی کی نیلی آنکھوں میں
کسی کے مانوس لہجے میں
کبھی یہ لمس کی مانند
کبھی یہ موج دریا کی
مگر یہ ہے لافانی
ہاں محبت جاوداں ٹھہری

ابراہیم شہر سے چھاونی کی طرف جا رہا تھا کہ اسے راستے میں ایک گاڑی نظر آئی جو بیلنس نہیں تھی۔وہ بھاگ کر جیپ سے اترا تھا۔اس نے ہچکولے لیتی گاڑی کا گیٹ بمشکل کھولا تھا۔گاڑی

چلانے والا اسٹریرنگ پر جھکا ہوا تھا۔ابراہیم نے اللہ کا نام لیکر صحت مند وجود کو اٹھایا اور اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ہچکولے لیتی گاڑی پتھر کے ساتھ ٹکرا گئی اور پیچھے ٹریک کی طرف آ گئی تھی۔

ابراہیم نے شکل دیکھے بغیر وجود کو جیپ میں ڈالا اور چھاونی گاڑی لے جانے کا فون کر دیا۔بعد میں معلومات لیکر وہ گاڑی پہنچا دے گا۔

گاڑی والا وجود کوئی اور نہیں شایان نیازی تھے۔ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔انہیں کسی سے ملنے جانا تھا اور جانا ضروری تھا۔ایک ڈرائیور حماد لے گیا تھا۔اور دوسرے کو بڑی اماں پاس کی وادی میں کسی عزیز کی طرف لے گئی تھیں۔

یاور رات سے اسلام آباد تھا اسے کوئی ڈیل وغیرہ کرنی تھی۔ان کا دل تھا کہ شندانہ کو جگائیں اسے ڈرائیو پر ساتھ لے جائیں مگر پھر انہوں نے ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔گل مئی کچن میں گھسی صبح سے کڑھی بنانے میں مصروف تھیں ورنہ وہ نا جانے دیتیں۔

شایان آفندی کا بی پی لو ہوا تھا۔ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا تو وہ چلتی گاڑی میں ہی اسٹیرنگ سے ٹکرا گئے اور یوں ایک بڑے پتھر سے ٹکرا کر گاڑی پھنس گئی تھی۔نیازی منزل

چھاونی کے راستے میں پڑتی تھی۔ابراہیم خوش قسمتی سے اس وقت گزر رہا تھا کہ اس نے ان کی جان بچالی۔

ابراہیم نے جب انہیں اسٹریچر پر لٹایا تو ہی چہرہ دیکھا تھا۔یاور کا نمبر ملایا تو" Not Responding " تھا۔ابراہیم نے سوچا کہ شندانہ کو بتادیتا ہے پھر اس کی پریشانی کی غرض سے رہنے دیا۔

جب صبح سے شام اور شام سے رات ہو گئی تو سب کو فکر نے گھیر لیا۔یاور اسلام آباد سے واپس آ گیا تھا۔آتے ہی یہ خبر ملی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ملازم نے بتایا کہ کوئی شایان نیازی کی گاڑی دینے آیا ہے۔یاور کے پوچھنے پر اس نے واقعہ بتایا تھا۔وہ دراصل سادہ کپڑوں میں میجر یاسر تھا۔ابراہیم کے کہنے پر اس نے گاڑی سیٹ کروا کر دی تھی۔اس نے یاور کو ہاسپٹل کا پتا بتایا اور اپنے ساتھی کے ساتھ چلا گیا جو پیچھے گاڑی میں تھا۔

یاور اور گل مکئ فوراً ہسپتال کے لیے روانہ ہوئے تھے۔وہ دس منٹ میں ہسپتال تھے۔

اندر پرائیوٹ روم میں شایان نیازی پر سکون نیند میں تھے۔ڈاکٹر نے بہتر طبیعت بتائ تھی۔

انہوں نے سکھ کا سانس لیا تھا۔

"میرے خیال میں بی پی لو ہو گیا تھا" گل مکئ بولی تھیں۔

"طبیعت خراب تھی تو آپ باہر نا جانے دیتیں" یاور نے کہا تھا۔

" صبح ٹھیک تھے میں کچن میں تھی مجھے پتا ہی نہیں چلا اور گاڑی لیکر نکل پڑے۔کسی کو نہیں بتایا کہ کہاں جارہے تھے"

گل مکئ بولی تھیں،وہ لوگ روم سے نکل آئے تھے۔

" چلیں شکر ہے ابراہیم چھوڑ گیا ہے اسے گاڑی ملی تھی چھاونی کی طرف جاتے ہوئے" یاور نے بتایا تھا۔گل مکئ ٹھٹھکی تھیں۔

"اللہ اسے اجر دے" انہوں نے کہا اور تسبیح پڑھنے لگیں۔

"آمین" یاور نے کہا تھا۔

وہ ریسیپشن پر بل دینے گیا تو بل کلئیر تھا۔

"آپ یاور نیازی ہیں یہاں سائن کر دیں جو پیشنٹ کو لائے تھے انہوں نے آپکا نام لکھوایا تھا اور بل بھی پے کر دیا تھا" ریسیپشنسٹ نے کہا تھا۔

"ابراہیم میں تمہارا قرض دار ہوں۔ تمہارے احسان میں شاید ہی کبھی اتار سکوں" یاور نے دل میں سوچا تھا۔

ابراہیم شندانہ کے نکاح پر کوئی مزاحمت نا کرنا اور اب شایان نیازی کی جان بچانا یہ دو واقعی بہت بڑے احسان تھے۔ اس چیز نے ابراہیم کا رتبہ اور بھی بلند کر دیا تھا۔ حماد کی باتوں سے یاور کے دل میں جو ہلکی سی خلش آئی تھی وہ دور ہو گئی تھی۔

ابراہیم کو جی ایچ کیو طلب کیا گیا تھا۔ لگاتار آپریشنز میں کامیابی کے بعد اسے سراہنے کے لیے افسران بالا نے پارٹی رکھی تھی۔

قبائلی علاقہ جات اس کی ٹیم کے انڈر تھے اور جب سے ابراہیم گیا تھا دہشت گردوں کی کاروائی میں خاصا فرق تھا۔کچھ پکڑے گئے تھے کچھ مارے گئے تھے اور کچھ شدید زخمی تھی۔ایک بہت بڑا نیٹ ورک تباہ ہو گیا تھا۔جو بچ گئے گئے تھے وہ فی الحال مفرور تھے اور حرکت میں میں نہیں تھے۔کروڑوں کا اسلحہ اور بارود مختلف آپریشنز کے دوران ملا تھا۔ابراہیم کی ذہانت کے چرچے زبان زد عام تھے۔

"ہاں بھئی لیفٹینینٹ کرنل صاحب !سنا ہے دھوم مچار کھی ہے آپ نے "خاور نے فون پر کہا تھا۔

"ہاں جی کوئی اعتراض آپکو"ابراہیم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"ہر وقت سڑتا رہتا ہے کچھ خوف خدا کر"اس کے لہجے میں شرارت تھی۔

"تو ناچوں کیا"ابراہیم نے جواب دیا تھا۔

"ہاں نا محبوبہ کے علاقے پر راج ہے آپکا بنتا ہے ناچنا"خاور کیا کم تھا۔

"علاقے پر ہے ناراج اس پر تو نہیں "ابراہیم نے کہا تھا۔

"افف رنجیدہ مت ہو۔ تو غم زدہ ہیروئن کی طرح ٹسوے بہانے لگے گا تو لعنت ہے ایسی مردانگی پر" خاور نے اسے للکارا۔

"شروع کس نے کیا تھا سانڈھ !' ابراہیم نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا چھوڑ یہ بتا کہ کب عمل کر رہا ہے اس پلاننگ پر" خاور نے پوچھا تھا۔

"بس جب سے آیا ہوں مصروفیت اتنی تھی پھر یہاں آگیا اب جاوں گا تو ہی کچھ ہو گا" ابراہیم نے بتایا تھا۔

"بس اس وقت تو مر رہا تھا اب اتنا صبر کیسے" خاور نے طنز کیا تھا۔

"دفعہ ہو جا۔" ابراہیم چیخا تھا۔

فون کے دوسری طرف خاور کا جاندار قہقہہ ابھرا تھا۔

ملتان میں شیرازی ہاوس میں آج خاصی ہلچل تھی۔ طلحہ کی بے بے،اسفندیاراوراس کی بڑی بہن کی آمد متوقع تھی۔ شیرازی صاحب مطمئن تھے۔ان کے کزن کے بیٹے کی بیوی طلحہ کے خاندان سے تھیں۔دوسرا تحریم کے والد عرفان احمد سے ان کے دیرینہ مراسم تھے۔ عرفان احمدان کے یونیورسٹی فیلو تھے پھر بزنس میں بھی ان کی پارٹنرشپ چلتی آئ تھی۔انہوں نے عرفان احمد سے تذکرہ کیاتوآگے سے انہوں نے تسلی بخش جواب دیا تھا۔ تحریم انہیں سمل جیسی عزیز تھی۔ تحریم کی شادی جلدی میں ہوئ تھی وہ ان دنوں فیملی سمیت عمرے پر تھے۔ پھر بعد کی مصروفیات کی وجہ سے دونوں اطراف آناجانا کم ہواتھا۔ہاں وہ کلب میں مل لیتے تھے۔ طلحہ کے خاندان کے بارے میں تسلی بخش معلومات کے بعد وہ اب پر سکون تھے۔ انہوں نے عرفان احمد کو بھی چائے پر بلا رکھا تھا۔

اللہ اللہ کر کے چار بجے اور طلحہ کے گھر والوں نے شیرازی ہاوس میں قدم رکھا تھا۔

سمل آج باوقار انداز میں قمیض شلوار پہنے دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔ خوشی کے باعث پائن ایپل کیک بھی بیک کیاگیا تھا۔

"آہ تو سمل بی بی آج آپ کا برد کھواہونے جارہاہے" رضا آفس سے آنے کے بعد کھانا کھاکر یہیں چلاآیا تھا۔

"ہاں تو آپکو کوئ اعتراض ہے کیا؟" سمل نے ناک بھوں چڑائ تھی۔

"تو مانتی ہو میرے اندازوں کو تم، فوجی منڈا گھر پہنچ ہی گیا رشتہ لیکر" رضا نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں دفعہ ہو جاو جان چھوڑو میری" سمل نے کہا تھا۔

"کیوں دیکھو بی بی میرا شکرادا کرو تمہاری پہلی ملاقات میری بدولت ہی ممکن ہو پائ تھی" رضا نے اسے چڑایا تھا۔

"خوش فہمی ہے آپکی" مسکراتے ہوئے سمل نے آئینے پر نگاہ

دوڑائ تھی۔ رضا اپنی بات کا ردعمل نا پاکر جل بھن گیا تھا۔

ڈرائنگ روم میں کافی خوشگوار ماحول تھا۔ بے بے کو جب سے پتا چلا تھا کہ تحریم اور سمل کے خاندان کی دوستی کا وہ خوش ہوئ تھیں۔ پہلے وہ بس طلحہ کی ایما پر آئ تھیں۔ انہیں یقین ہو چلا

تھا کہ اگر تحریم بہت اچھے طریقے سے رہ رہی تھی تو پھر سمل بھی رہ لے گی۔کافی خدشات تو اسی بات سے دم توڑ گئے تھے۔

سمل چائے لیے چلی آئی۔ارغوانی جوڑے میں سلیقے سے بال بنائے سمل پہلی نگاہ میں ہی بے بے کو پسند آ گئی تھی۔

اس نے بہت نفاست سے چائے پیش کی اور پھر چلی گئی۔اور جاتے جاتے میجر طلحہ کے ساتھ بے بے کا دل بھی لے گئی تھی۔

نیازی منزل میں آئیں تو اس وقت سب شایان نیازی کے بیڈروم میں تھے۔

"پاپا آپ مجھے لے جاتے"شندانہ نے کہا تھا۔

"بس میں گیا تھا آپ کے روم میں آپ سوئی ہوئی تھیں"انہوں نے کہا تھا۔

New Era Magazine

'آپ جگادیتے "شندانہ ان گلے میں بازو ڈالے ان کے بیڈ پر ہی دراز تھی۔

"بس میرا بچہ میں ٹھیک ہوں "انہوں نے شندانہ کی پیشانی چومی تھی۔

بڑی اماں پر سکون تھیں۔ باپ بیٹی کے درمیان حائل دیوار ڈھے گئی تھی۔

گل مکئی الجھی ہوئی تھیں۔ایک ہفتہ سے ان کے سامنے ابراہیم کا کوئی دوسرا ہی روپ آرہا تھا۔

"حماد کہاں ہے ؟"بڑی اماں نے دریافت کیا تھا۔

"وہ تھوڑی دیر پہلے آیا ہے بہت تھکا ہوا میں نے بتانا مناسب نہیں سمجھا" گل مکئی بولی تھیں۔

"اچھا۔۔۔"وہ پر سکون ہو کر بیڈ کی پشت سے سر ٹکائے بیٹھے تھے۔

"آئندہ اکیلے مت جایئے گا پاپا!"تحریم نے کہا تھا۔

"جی بیٹا جو حکم "وہ آنکھیں موندیں بولے تھے۔

سفینہ لاج میں سائرہ موجود تھیں باقی سب جا چکے تھے۔سب نے ساتھ لے جانا چاہا تھا مگر وہ مانتی ہی نہیں تھیں، بات کرنے پر رونے لگتی تھیں۔سب مجبور ہو کر واپس چلے گئے تھے۔

ہما کے بچوں سے مانوس ہونے میں انہیں وقت نہیں لگا تھا۔فرازیہ بھی مصروف ہو گئی تھیں۔ اس سارے عرصے میں انہیں اس بات کا تجسس تھا کہ ابراہیم کی زندگی میں ایسا کون آیا ہے کہ اس کے رنگ ڈھنگ بدل گئے ہیں۔وہ قریب دور ہر جگہ نگاہ دوڑاتیں لیکن ان کی سوچ کی وسعت میں کوئی چہرہ نہیں بیٹھتا تھا۔پھر ایک دن اچانک خیال آنے پر انہوں نے سمین کو فون کر ڈالا جب سائرہ سو رہی تھیں۔

"سمین مجھے پتا ہے کہ تمہیں ابراہیم نے منع کر رکھا ہو گا مگر پلیز تم مجھے بتا دو کہ کون ہے وہ خوش نصیب جس کو پانے کے لیے ابراہیم بے قرار ہے" انہوں نے پوچھا تھا۔

"ہے ایک خوش نصیب لیکن یہ باتیں فون پر کرنے والی نہیں ہیں۔آپ آئیں نا سائرہ خالہ کو لیکر کچھ دن میرے گھر تو پھر تفصیل سے بات ہو گی" سمین آپا نے کہا تھا۔

"ہاں یہ تو ہے خیر میں ماں ہوں مجھ سے کچھ نہیں چھپ سکتا ویسے تو مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ تھا مگر اس بار تو یقین بھی ہو گیا ہے "فرازیہ بولی تھیں۔

"جی ممانی جان آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔بس دعا کریں آپکے بیٹے کی خواہش پوری ہو جائے خدا اسے سکون دے یہ لڑکا نچلا بیٹھے جانے والا بالکل نہیں ہے" سمین آپا بولی تھیں۔

"ہاں میں سمجھ سکتی ہوں دونوں باپ بیٹا ایک جیسے ہیں "فرازیہ بولی تھیں۔

"بچے کیسے ہیں میرا تو دل سفینہ لاج میں اٹکا رہتا ہے" سمین نے پوچھا تھا۔فرازیہ بچوں کی طبیعت کا بتانے لگی تھیں۔

طلحہ کے گھر والے رشتے کی بات ڈال گئے تھے۔سمل کے والد نے حسب معمول سوچنے کا وقت مانگا تھا۔اسفندیار نے سوچا تھا کہ اگلی بار یاور کو ساتھ لے کر جائے گا۔

"بس ہماری بھی رشتے داری نکل آئی بے بے" طلحہ کی بہن خوش تھی۔

"ہاں اب میرا دل مطمئن ہے بالکل انجان لوگ نہیں ہیں" بے بے خوش تھیں۔ گل مینہ کا شوہر عاشر نیک طبیعت تھا اور تحریم بھی نظروں کے سامنے تھی۔

"طلحہ کی پسند ہمیں دل و جان سے پسند آئی ہے" بڑی بہن بولی تھی۔

"ہاں مجھے طلحہ پر یقین تھا وہ ایسے ویسے خاندان سے رشتہ جوڑنے والا نہیں تھا" اسفندیار نے کہا تھا۔ وہ تو اپنے کاروبار کو ملتان تک بڑھانے کا سوچ رہا تھا۔ وہ ڈرائی فروٹس کا وسیع پیمانے پر کاروبار کرتا تھا۔ اس نے تو ملتان شہر کے بارے میں معلومات لینا شروع کر دی تھیں۔

"میں نے کہا تھا نا کہ میری پسند آپ کی بھی۔ پسند بن جائے گی" طلحہ نے مسکراتے ہوئے جتایا تھا۔ وہ خاموشی سے سب کے تاثرات سے محفوظ ہو رہا تھا۔

"ہاں جیتا رہ مجھے جلد ہی سہرا سجانا ہے" بے بے نے اس کی پیشانی چوم لی۔ طلحہ مسکرادیا۔ اس کا خاندان مان گیا تھا۔ اس زندگی میں دوری ظالم سماج تھی۔ کیونکہ وہ ہر پروجیکٹ پر توسمل کو ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ لیکن خیر وہ اس کی تھی اس بات کا طلحہ کو اطمینان تھا۔

کسی خاموش دن میں
کہیں لفظوں کے بیچ
محبت وصل کی صورت
جب تکمیل پاتی ہے
تو آس کے جگنو
مجھے روشن یوں کرتے ہیں
کہ تیری یاد کی بارش میں
میں بھیگ سا جاتا ہوں
ٹیولپ کی نوخیز کلیاں
جب مجسم کھلتی ہیں
تو محبت ابر کی صورت
آسمانوں سے برستی ہے
یہ بیج کی مانند
دلوں میں پنپتی ہے
اظہار کی کھاد سے
یہ توانا ہو ہی جاتی ہے
کہیں ہنستی ہے

کہیں روتی ہے

یہ محبت ہے

یہ محبت ہے

ہاں یہ محبت ہے

شایان نیازی کو گڈ نائٹ بول کر سب اپنے کمروں میں واپس آ گئے تھے۔

نائٹ مساج کرتے ہوئے تحریم گم صم سی تھی۔

"تم کیوں اداس ہو؟" یاور نے پوچھ لیا۔

"اس لیے اداس کہ نیازی منزل کے لوگ کیسے ہیں ایک مخلص انسان کو دھتکارنے والے" تحریم نے اپنے خیالات کو زبان دی تھی۔

یاور نے اسے دیکھا تھا۔

"ہاں میں جانتاہوں ابراہیم کے بہت احسان ہیں ہم پر لیکن تحریم تم جانتی ہو میں نے کیسے مجبور ہو کراس کام میں ساتھ دیاہے" وہ مخاطب ہوا۔

"ہاں میں جانتی ہوں پرانہیں موقع تو دیاہوتاراتوں رات آپ لوگوں نے میرے بھائی کادل اجاڑاہے خداکی قسم میں نے کبھی کوئی بدعانہیں دی" تحریم روپڑی تھی۔آج ابراہیم نے جس طرح شایان نیازی کی جان بچائی تھی اس کادل بھر آیاتھا۔ابراہیم نیازی منزل کے لوگوں کے لیے اتنا مخلص تھامگر یہ لوگ!!

"ابراہیم کی فطرت ایسی ہی ہے اگر کوئی اور بھی ہوتاتووہ اس کی بھی جان بچاتا۔میں اس کی بہادری اور شرافت کا قائل ہوں" یاور نے لب کھولے تھے۔

"بہنہ" تحریم چند آنسو بہاکر پھر سے مساج کرنے لگی تھی۔یاور نے خاموش نظروں سے تحریم کا جائزہ لیا۔وہ غلط نہیں تھی۔بس حالات وواقعات نے صورتحال گنجلک کردی تھی۔

انٹرکام پر بیل ہوئی تووہ چونکا۔بڑی اماں کافون تھاوہ اسے طلب کررہی تھیں۔

"بیگم اپنا موڈ ٹھیک کر لیں میں بڑی اماں کی بات سن کر آتا ہوں" یاور نے مسکراتے ہوئے اس کا گال تھپتھپایا تھا۔

تحریم ابھی بھی آئینے میں دیکھ رہی تھی۔

بڑی اماں کو آج جیسے نئی زندگی ملی تھی۔ شایان نیازی ان کی اس وقت واحد اولاد تھے۔ اور جس طرح کسی نیک دل نے ان کے بیڑے کی جان بچائی تھی وہ یاور سے اس کا پوچھ کر اسے خود شکر یہ ادا کرنا چاہتی تھیں۔

"جی بڑی اماں!" یاور آ کر ان کے بستر پر گر گیا تھا۔

"ہاں تو کون ہے وہ انسان جس نے نیازی منزل کو آباد کیا ہے" بڑی اماں نے پوچھا تھا۔

یاور نے ان کا چہرہ دیکھا۔ ہلکے فیروزی جوڑے میں باوقار سراپے والی یہ خاتون اسے بہت عزیز تھیں۔

"کیا آپ واقعتاً جاننا چاہیں گی "سلیپنگ سوٹ میں ملبوس نواسے نے مسکراتے ہوئے ان کا چہرہ دیکھا تھا۔

"بالکل اسی سلسلے میں تو تمہیں یہاں بلایا ہے" بڑی اماں نے کہا تھا۔

"تو سنئیے ابراہیم نے جان بچائی ہے آپکے جگر گوشے کی" یاور نے دلچسپی سے کہا تھا۔

"اچھا! اللہ اس کا بھلا کرے اس کا گھر پھر سے آباد کرے، آمین" انہوں نے نارمل انداز میں جواب دیا تھا۔

ثم آمین" یاور نیازی نے بے اختیار کہا تھا۔

"مجھے کل فون ملا دینا میں اس کا شکریہ ادا کروں گی "تسبیح کے دانے گراتے ہوئے وہ بولی تھیں
۔

"جی ضرور" یاور نے جوب دیا۔اس نے خود ابھی تک ابراہیم کا شکریہ ادا نہیں کیا تھا۔

"پتا نہیں کل پاپا کا کیا ری ایکشن ہو گا وہ سوچنے لگا تھا۔

ابراہیم کو اطلاع مل چکی تھی کہ شایان نیازی گھر جا چکے تھے۔اسے جانے کیوں یہ امید تھی کہ نیازی منزل سے اور کسی کے شکریہ کا فون آئے نا آئے شندانہ کا ضرور آئے گا۔

لیکن اس واقعے کو دس گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی دشمن جاں کا پیغام تک نہیں آیا تھا۔یہ محبت بھی کیسا مجبور کر دیتی ہے انسان کو کہ ہم کسی ایک میسج اور فون کال کے لیے ترس رہے ہوتے ہیں اور اگلے کو کوئی پروا نہیں ہوتی ہے۔

"آہ میں تو بھول گیا وہ مجھے غیر سمجھتی ہے" وہ بڑبڑایا تھا۔

پارٹی کل تھی اس نے خاور اور طلحہ کو بھی مدعو کیا تھا۔اس کی کامیابی کو سیلیبریٹ کیا جا رہا تھا مگر وہ خوش نہیں تھا۔اس کے خوابوں کو تعبیر مل رہی تھی مگر لیفٹیننٹ کرنل ابراہیم علی خان کا دل مجازی عشق کے طوفان میں ہچکولے کھا رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہے" گلے سے کھینچ کر ٹائ نکالتے ہوئے وہ گویا ہوا تھا۔

"یہ عشق کا سفر ہے پیارے جو محبت کی گاڑی پر سوار ہو کر ہجر کی تپتی راہ گزر پر چپ چاپ کیا جاتا ہے" وقت نے جواب دیا تھا۔

بڑی اماں کے لیے چاۓ لیکر آتی ہوئ شندانہ نے ساری گفتگو سن لی تھی۔

اس میں اب اتنی ہمت باقی نہیں رہی تھی کہ وہ کسی کا سامنا کرتی وہ چاۓ لیتی کچن میں لوٹ گئ ۔اور سلمی کے ہاتھ باہر چوکیدار کو چاۓ بھجوا کر اپنے کمرے میں آ گئ تھی۔

"ابراہیم اور کتنے احسان کرو گے "شندانہ بڑبڑائ تھی۔

"یہ میرا فرض تھا"یہیں کہیں پاس شبیہہ ابھری تھی۔

New Era Magazine

بس تم نے زندگی میں ہر فرض ادا کیا لیکن محبت کو قضا ہونے دیا۔ تمہاری غیر موجودگی میں زندہ رہنے کا حوصلہ کہاں سے لاوں میں ہر لمحہ یہ عہد کرتی ہوں کہ تمہارا نام تو دور تمہارا خیال تک نالاوں گی لیکن تم شب وروز کے ہر لمحے میں حقیقت بن کر مجسم آجاتے ہو۔ کیوں ابراہیم کیوں۔۔۔۔۔!" شندانہ نے سسکی بھری تھی۔

تمہارے یہ آنسو بہت قیمتی ہیں یہ میرا سرمایہ حیات ہیں۔اس ہجر کی تپتی ریت پر ننگے پاوں جب شل ہو جاتے ہیں تو ابر باراں کی صورت تمہاری محبت کے آنسو میرے دل کی ویران بستی کو نخلستان میں بدل دیتے ہیں۔ میرا پور پور تم سے محبت میں سیراب ہو جاتا ہے۔ میں ایک ایسے جہان میں خود کو پاتا ہوں جہاں پر صرف میرے اور تمہارے علاوہ محبت کا راج ہوتا ہے" تصور میں اس سے کوئی مخاطب تھا۔

تمہارے خواب دیکھتے ہوئے یہ آنکھیں رات کاٹتی ہیں خدا گواہ ہے تم سے محبت مجھ پر واجب ہے اور اس اولین فرض کو میں ہر لمحہ ذہن میں دوہرا کر یادوں کی رنگین تتلیوں سے آباد کرتی ہوں" شندانہ بڑبڑائی تھی۔ نیند کی وادی میں جاتے ہوئے شندانہ کے لبوں پر آخری لفظ ابراہیم تھا۔

محبت اسم اعظم

محبت گیت دلبر کا

محبت خواب کا محور

محبت سراب کی مانند

محبت ہجر عالم

محبت آنکھ کا آنسو

اگلی صبح ایک نیا طوفان لیے منتظر تھی۔فون کی بجتی گھنٹی نے انہیں متوجہ کیا تھا

پنڈی میں موسم کا حسن عروج پر تھا۔ٹھنڈی شام کا لطف دوبالا ہو گیا تھا۔ابراہیم طلحہ اور خاور لڑتے بھڑتے اکٹھے تیار ہو رہے تھے۔کیونکہ وہ تینوں جب اکٹھے ہوتے تھے تو یہی منظر ہوتا تھا۔

"تم لوگوں کے ولیمے نہیں ہو رہے جو گھنٹے لگا رہے ہو" ابراہیم نے ٹائی پن لگاتے ہوئے دونوں کو گھورا تھا۔

"حق ہا ولیمے تو آپ کے ہوں گے ہم بیچاروں کے نصیب میں تو صرف ایک آدھ روکھا پھیکا ولیمہ ہے" خاور کی شادی مظاہر آفندی کی وفات کی وجہ سے پھر آگے ہو گئی تھی۔اسے بڑا قلق تھا۔

"ہاں یار پتا نہیں شادی کے دن ہی کہیں ایجنسی والے نا بلا لیں ہم تو اپنے نکاح کے چھوارے بھی نہیں کھا سکیں گے"

طلحہ نے کہا تھا۔

" I really missed Huma !"

ابراہیم نے کہا تھا۔خاور اور طلحہ چونکے۔ہما کی وفات کے بعد وہ ان سے پہلی بار اس کا تذکرہ کر رہا تھا۔

"ہوا کیا ہے"خاور نے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں بس ویسے ہی"ابراہیم نے گلابی ہوتی آنکھوں سے کہا تھا۔

"بھائی مرد بن فوجی نہیں روتے"طلحہ نے تسلی دی۔

"بس ڈرامے کر رہا ہے اپنا یار تو جانتا ہے نا ابھی دھمکیاں دینے لگے گا"طلحہ نے خاور کو دیکھا تھا۔

"بس یار وہ زندہ تھی تو میں سراب کے پیچھے بھاگ رہا تھا اور ابھی تک بھاگ رہا ہوں"ابراہیم نے لب کھولے تھے۔

"ہوا کیا ہے آخر؟؟"خاور اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بس سراب کے پیچھے بھاگ رہا ہوں میں تھک گیا یوں بس اب میں اس کے پیچھے نہیں جاوں گا،ٹرانسفر کروانے کی بات کروں گا آج"ابراہیم دل برداشتہ تھا۔

"ایک جنگجو کبھی ہار نہیں مانتا"طلحہ نے اس کا کندھا تھپتھپایا تھا۔

"مگر ایک عاشق مان جاتا ہے ہار، کبھی سماج سے، کبھی محبوب سے اور کبھی قسمت سے۔ میں اسے کسی بھی طریقے سے حاصل کر سکتا ہوں لیکن نہیں میں یہ نہیں کروں گا۔ اگر اسے آنا ہے میری جانب تو خود ہی آنا ہو گا" ابراہیم نے فیصلہ کن انداز میں کہا تھا۔

"افف یہ ہمارے خاندان کے رولے نہیں مکتے" طلحہ نے کہا تھا۔

"ان رولوں میں ہمارا یار مرنے مکنے والا ہو گیا ہے" خاور طلحہ کو گھورا تھا۔

"میں نے اپنی ضد ختم کر دی ہے۔ میں ایسے سمجھنے لگا ہوں کہ وہ ایسا گلاب تھا جس کو کھلتے دیکھنا میرے نصیب میں نہیں تھا۔ میں اماوس کی کالی رات جیسے سحر کا شکار ہوں میں ابراہیم علی خان ،شندانہ نیازی کی محبت سے لاتعلقی ظاہر کرتا ہوں"

"اوزیادہ ڈرامہ نہیں مجھے یہ یقین ہے جتنی شدت تیری محبت میں ہے نادریا یہاں کا رخ کرے گا۔ تیرے پاس اتنی ہمت ہے کہ تو نیازی خاندان کو ہرا دے گا۔ محبت جیت جائے گی" طلحہ نے وثوق سے کہا تھا۔

مسئلہ یہ ہے کہ میں ہرانا نہیں چاہتا میں کوئی بازی نہیں لگانا چاہتا یہ محبت کا میدان ہے کوئی کبڈی کا نہیں کہ لڑ کر اسے حاصل کر لوں۔ میری محبت میں اگر اتنی طاقت ہو گی تو وہ خود قدرت کی طرف سے مجھے ودیعت کر دی جائے گی۔ لیکن میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ شندانہ نیازی نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا ہے۔ میں ہار گیا ہوں اتنا ہار گیا ہوا کہ قدم بھر کی مسافت میں میرے پاوں جلنے لگتے ہیں۔ میرے وجود کو اس حمادنے اپنی ضد میں برباد کر دیا ہے۔ شندانہ کوئی میلے میں سجا کھلونا نہیں کہ دو مرد اس کی قیمت کے لیے لڑ پڑیں وہ ایک انمول نگینہ ہے جو

بلاشبہ فخر سے تاج میں سجایا جاتا ہے۔میں اپنی محبت کی توہین نہیں کروں گا۔شندانہ کی عزت مجھے جان سے بڑھ کر عزیز ہے میں اپنی وجہ سے اس کے ماتھے پر طلاق کا داغ نہیں لگاوں گا چاہے مجھے اپنی خواہش سے دستبردار ہی کیوں نا ہونا پڑے"ابراہیم نے بات مکمل تھی۔

"You are brave gentleman "

خاور نے مسکرا کر کہا تھا۔

"ہم دعا کریں گے تمہارا دل آباد ہو جائے"طلحہ نے تسلی دی تھی۔

"شکریہ"ابراہیم بمشکل مسکرایا تھا۔

پارٹی شاندار تھی۔مگر جب دل ہی اچاٹ تھا تو پھر اس سب میں کہاں جی لگنا تھا۔

محبت روٹھ جائے تو

جب آس کی دنیا

سے ناطہ ٹوٹ جائے تو

پھر اس جہاں میں

کہیں بھی جی لگانے کو

ہزاروں حیلے درکار ہوتے ہیں

کبھی مسکرانے کو

جو ترلے کرنے پڑ جائیں

New Era Magazine

تب کہیں احساس ہوتا ہے

کہ جدائی موت سی ہے

یہ مسکراہٹ چھین لیتی ہے

رگ وپے میں ایک چبھن

سی بھر دیتی ہے

کبھی بھری محفل میں

بیتے ہوئے لمحے اچانک

یاد آتے ہیں تو آنکھیں

جھلماتی ہیں

اور خواب ٹوٹ جاتے ہیں

محبت روٹھ جائے تو

کوئی سپنا نہیں آتا

نیند کی لوری کچھ اثر

نہیں کرتی

کوئی گیت جی نہیں لبھاتا ہے

دل جینے کی کوئی وجہ

ڈھونڈھ نہیں پاتا ہے

New Era Magazine

محبت روٹھ جائے تو

ابھی کچھ دیر پہلے انہیں فون پر جو کہا گیا تھا اس نے ان کی ہمت چھین لی تھی۔

"کیا اس نے اب بھی باتوں کو بھی دل سے لگایا ہوا ہے" شایان نیازی بڑبڑائے تھے۔

"تم نے ہمیشہ فرق کیا ہے شایان کل بھی مشتاق کو بہن دی تھی اور آج اس کی اولاد تمہاری ساری جائیداد سنبھال رہی ہے۔ حماد نے مجھ سے پاکستان میں بزنس سیٹ کرنے کا کہا ہے میں چاہتا ہوں کہ یاور کے ساتھ مل کر وہ اب تمہارے معاملات سنبھالے" خالد نیازی کے یہ الفاظ انہیں کانٹوں پر گھسیٹ رہے تھے۔

قصہ کچھ یوں تھا کہ خالد یاور کی والدہ گلہ لائ کو پسند کرتے تھے مگر یہ پسندیدگی یک طرفہ تھی ۔لیکن شایان کے والد خالد کو رشتہ دینا چاہتے تھے۔ پھر بس مشتاق نیازی ڈٹ گئے اور گلہ لائ کا دل بھی اٹک گیا تھا۔ خالد نیازی پاکستان چھوڑ گئے تھے۔ پھر بعد میں انہوں نے اپنی مرضی سے خاندان سے باہر شادی کی تھی۔ گلہ لائ کی وفات پر خالد نیازی آئے تھے۔ سب لوگ سمجھے کہ ان کے دل سے کدورت مٹ گئ ہے۔ مگر وہ نہیں بھولے تھے۔ اب حماد کی شندانہ سے پسندیدگی اور پھر حماد کا نیازی منزل میں اثر دیکھ کر انہیں یہ لگا کہ وہ اپنا بدلہ اتار سکتے ہیں۔ گلہ لائ ان کے دل کا ایسا زخم تھا جس سے آج بھی خون رستا تھا۔ ان کی منگ کو مشتاق نیازی نے حاصل کیا تھا، ان کا پختونی خون ابلتا رہتا تھا۔ حالانکہ ان کی شریک حیات بہت اچھی تھیں۔ اور قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ مشتاق نیازی نے شادی حماد کی والدہ کی کزن سے کی تھی۔ یوں ایک

دوسرے کی طرف آمدورفت نے بچوں کو قریب کر دیا تھا۔ لیکن خالد نیازی ابھی بھی مشتاق نیازی سے فاصلے پر رہتے تھے۔ بزنس میں ہمیشہ ہی موازنہ کرتے رہتے تھے ان دونوں کے بیچ ایک ان دیکھی سرد جنگ تھی جو کہ کسی اجنبی کو بھی محسوس ہو جاتی تھی۔

شایان نیازی نے ان سے کہا تھا کہ وہ اپنے جیتے جی تو یہ کام نہیں کر سکتے ہاں ان کی وفات کے بعد سب شندانہ اور حماد کا ہو گا وہ جیسے چاہے کریں۔ خالد نیازی نے تلملا کر فون بند کر دیا تھا۔

حماد کے ایک دوست کے گھر دن میں پارٹی تھی وہ آج اسلام آباد تھا۔ چند دنوں میں اس نے واپس لندن جانا تھا۔ جہاں وہ بزنس سنبھالنا چاہتا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ شندانہ شادی کے بعد پاکستان رہنے کو ترجیح دے گی تو وہ وادی میں اپنے آبائی گھر کو رینوویٹ کروانے کا ارادہ بھی رکھتا تھا تاکہ زمہ داری سنبھال کر شادی کر سکے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

ہم انسان سوچتے کیا ہیں اور ہو کیا جاتا ہے۔ یہ دنیا ایسی ہے۔ یہاں حالات و واقعات ایسے بدلتے ہیں کہ انسان کی عقل حیران ہو جاتی ہے۔

پارٹی اچھی رہی واپسی پر حماد ڈرائیو کرتے ہوئے سوات آ رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک گاڑی نے روک لیا۔ چند لوگوں نے اس کی گاڑی سے تلاشی لی تھی اور پھر اس کی کار کی ڈگی سے ایک بیگ ملا جس میں منشیات تھیں اور کچھ حساس مقامات کے نقشے تھے۔ اسے موقع پر ایجنسی کے لوگوں نے گرفتار کر لیا تھا۔

حماد حیران پریشان تھا۔اپنی پوری زندگی میں وہ پہلی بار اس قسم کی صورتحال سے دوچار ہوا تھا۔
شاید پارٹی کے دوران کسی نے یہ حرکت کی تھی۔
اس سے تفتیش شروع ہوئی تھی۔اس کارات کے اس وقت جانا اس ن
کو مشکوک کر رہا تھا اور دوسرا ریکارڈ کنگھالا گیا تو ہر وقت سفر کرنے کی وجہ سے اس کی پوزیشن
مزید خراب لگی کہ شاید وہ اسمگلنگ کروا تا رہا ہو۔
پوری رات اس سے تفتیش کی گئی۔کہیں صبح جا کر انہیوں نے حماد سے گھر کا نمبر مانگا تو اس
نے یاور اور خالد نیازی کے نمبر دیئے تھے۔

ابراہیم واپس سوات آچکا تھا۔ایک دودن میں وہ ٹرانسفر کی ایپلیکیشن دینے والا تھا۔یاور کی
طرف سے کالز آئی تھیں مگر اس نے ریسیو نہیں کی تھیں۔شدانہ کی طرف سے ہنوز خاموشی
تھی۔اس کا دل اداس تھا۔اس نے سفینہ لاج کال ملائی تھی۔
"ماما اس بار تو میرا بالکل دل نہیں لگ رہا میں ٹرانسفر کی ایپلیکیشن دے رہا ہوں"ابراہیم نے کہا
تھا۔
ہاں کوشش کرنا کہ ملتان میں ہو جائے دوبارہ سکون رہے گا۔خود میں بھی یہاں بیٹھ کر ہولتی
رہتی ہوں۔تمہارے کارناموں کی داستانیں اور خطرناک دہشت گردوں کے خلاف کاروائی
۔کہیں دشمنی میں وہ میرے بچے کو نقصان نا پہنچادیں"وہ ماں تھیں۔
"خیر کچھ نہیں ہوتا ایسا مگر اب زندگی بور ہو گئی ہے"ابراہیم کا دل دکھا ہوا تھا۔

"کیوں کیا وہ ناراض ہو گئی ہے جو سوات جیسی حسین وادی میں دل نہیں لگ رہا" وہ شرارت سے مسکرائی تھیں۔

"ماما" ابراہیم نے کہا تھا۔

"بیٹا تم مجھ سے کچھ نہیں چھپا سکتے۔ میں تمہاری محبت کے راز سے واقف ہوں اب یہ بتاؤ کہ مجھے کب لے جا رہے ہو اس کے گھر" وہ بولی تھیں۔

"کیسے لے جاؤں وہ ہار گئی ہے اب کسی اور سے منسوب ہے"

ابراہیم نے کہا تھا۔

"کیا جب معاملہ دو طرفہ ہے تو نسبت ٹوٹ بھی تو سکتی ہے" فرازیہ بولی تھیں۔

"کاش! ٹوٹ سکتی" ابراہیم نے کہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"میرے بیٹے کو انکار کون کافر کرے گا" وہ گویا ہوئی تھیں۔

"اس نے انکار نہیں کیا رد کیا ہے۔ آپکے بیٹے کی یہی اوقات ہے کہ دو بچوں کا باپ ہونے کی وجہ سے ٹھکرایا گیا ہے" ابراہیم تیزی سے بولا تھا۔

"تم رو رہے ہو" وہ شاک میں تھیں۔ ابراہیم تو بچپن میں بھی چوٹ لگنے پر عام بچوں کی طرح نہیں روتا تھا۔ ہما کی وفات پر بھی وہ ان کے سامنے نہیں رویا تھا۔ لیکن اب رو رہا تھا۔

"مجھے اس کا پتا بتاؤ میں اس سے فریاد کروں گی" فرازیہ بولی تھیں۔

ا"س سے کیا فائدہ ہو گا اس کے اختیار میں کچھ نہیں ہے وہ مجبور ہے" ابراہیم نے کہا تھا۔

"تمہارے پاپا سے بات کروں ان کے پاس حل ہو گا" وہ بولی تھیں۔

ا"ان کے جو حل ہوتے ہیں اس سے معاملات بگڑ بھی سکتے ہیں "ابراہیم نے کہا تھا۔

"پھر کون ہے وہ اپسرا جس نے ابراہیم علی خان کو رولایا ہے، میں اس سے ملنا چاہوں گی "ان کے لہجے میں بے چینی تھی۔

"آپ ملی ہوئی ہیں "ابراہیم نے کہا تھا۔

"کب؟ بتاو جلدی "وہ بولی تھیں۔

"شندانہ نیازی "ابراہیم نے کہا تھا۔

"واقعی "حیرت سے ان کی پوری آنکھیں کھل گئی تھیں۔

یاور نے اپنے ایک دو دوستوں کو Approach کیا تھا۔ پھر کہیں جا کر حماد کو دو دن بعد رہائی مل پائی تھی۔

حماد بیچارے کو Con کیا گیا تھا۔ حماد کے دوست کے گھر کے باہر لگے کیمرے میں کسی مشکوک شخص کو منہ چھپائے حماد کی گاڑی کی جانب جاتے دیکھا گیا تھا۔ پھر شاید لائٹ کے جانے کے باعث کیمرے نے کام چھوڑ دیا تھا یا جان بوجھ کر کیمرہ خراب کر دیا گیا تھا۔ مگر حماد کی بھرپور تفشیش اور اڑتالیس گھنٹے میں ٹھیک ٹھاک ٹارچر کے بعد اسے رہا کر دیا گیا تھا مگر حماد کا نام فی الحال Watch List میں موجود تھا۔

خالد نیازی کو پتا چلا تو وہ دو دن میں لندن سے پاکستان تھے۔ان کا فون خراب تھا جس کی وجہ سے ان کا پی .اے سب دیکھ رہا تھا۔یاور حماد کو چھڑوانے میں لگا ہوا تھا۔شایان نیازی خود پریشان تھے۔

خالد نیازی آئے تو سیدھا شایان نیازی کے کمرے میں جا گھسے۔

"تو تم نے اپنی اصلیت دکھا ہی دی اس بار تم نے سامنے سے وار کیا ہے تم پچھتاوگے شایان" وہ زہر خند لہجے میں گویا تھا۔

"تم کل بھی بدگمان تھے اور تم آج بھی ہو جس کی ذات کو تم نے تنازع بنایا ہوا ہے وہ تو اس دنیا میں ہے نہیں اور حماد میرا اداماد ہی نہیں بیٹا بھی ہے" شایان بولے تھے۔

"نہیں تم نے صرف میری بات کو رد کرنے کی خاطر یہ سب کیا ہے کہ کل کو تم سنا سکو کہ تمہارے ملزم بیٹے کو میں نے بیٹی دے دی" انہوں نے زہر اگلا تھا۔

"جہاں تک میں تمہیں جانتا ہوں تمہیں لالچ تو زندگی میں کبھی نہیں رہا تھا" شایان نیازی نے افسوس بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"ہاں لالچ نہیں انتقام ہے یہ، مشتاق نیازی کے بیٹے کو جھکا کر میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو جائے گا" خالد کے لہجے میں تنفر تھا۔

"مت بھولو کہ وہ گلہ لائی کا بھی بیٹا ہے" شایان گویا ہوئے تھے۔

"تم یہ ضد چھوڑ دو ورنہ یاد رکھو میرے ایک بار کہنے پر میرا بیٹا تمہاری بیٹی کو فارغ کر دے گا" خالد نیازی کا لہجہ سنگین تھا۔

تو ٹھیک ہے اگر ایسے ہے تو ایسے سہی میں تیار ہوں۔ تمہارے بے جا ضد کی وجہ سے یہ رشتہ جڑ نے سے پہلے ٹوٹ جائے تو بہتر ہے۔ یاور مجھے بیٹوں جیسا عزیز ہے اور میری زندگی میں میری جائیداد وہی سنبھالے گا یہ میرا آخری فیصلہ ہے تم نے غور کرنا ہے تو کرو میرا آج بھی یہی جواب ہے اور کل بھی یہی ہو گا" شایان نیازی نے بات مکمل کی اور کمرے سے نکل گئے۔ پیچھے خالد نیازی بڑبڑاتے رہ گئے تھے۔

حماد پندرہ گھنٹوں کی نیند کے بعد اب سب کے درمیان بیٹھا تھا۔ خالد نیازی نے جو ہنگامہ شایان صاحب کے ساتھ کیا تھا نیازی منزل میں پھیل چکا تھا۔ سب کے چہرے سنجیدہ تھے ۔حماد چونکہ کل سے بیڈروم میں تھا اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔

"آپ سب کو کیا ہوا ہے الحمداللہ میں بے گناہ ثابت ہو کر آیا ہوں" حماد نے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں بیٹا بس ویسے ہی" بڑی اماں نے کہا تھا۔

"اچھا چلیں پارٹی رکھ لیتے ہیں ایک میرے جانے سے پہلے "گیدرنگ کے شوقین حماد نے تجویز پیش کی تھی۔

"ابھی نہیں تم یورپ سے ہو آؤ پھر سہی" یاور نے کہا تھا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے" حماد مسکرایا تھا۔

"فارغ ہو کر میری بات سن لینا" شایان نیازی نے کہا اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔ حماد نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"شندانہ کہاں ہے؟" حماد نے پوچھا تھا۔

"اس کی طبیعت خراب ہے یہی نزلہ زکام دوائی لیکر لیٹی ہے کل ہی اٹھے گی اب" گل کئی فوراً بولی تھیں، اور اٹھ کر چلی گئیں حماد کو کچھ غیر معمولی لگا تھا۔

اس نے یاور کو اشارہ کیا تھا۔ یاور صرف ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

بڑی اماں نے سلمی کو چائے کے لیے آواز دی تھی۔

حماد اٹھ کر شایان نیازی کے کمرے کی طرف ہو لیا۔ اتنے دنوں سے اسپیشل پروٹوکول مل رہا تھا۔ جو کہ عام دنوں میں بھی ملتا تھا آج تو سب کے منہ کے زاویے ہی بگڑے ہوئے تھے۔

اس نے آئینے میں دیکھا اور مسکرا دی۔ نیلے اور سرخ کنٹراس کے جوڑے میں وہ شاندار دکھتی تھی۔

" You are amazing baby "

خود کو نگاہوں میں سموئے وہ بڑبڑائی تھی۔ خلاف توقع وہ اب آئینہ زیادہ دیر دیکھنے لگی تھی۔ شاید وہ اپنے وجود پر کی گئی ملمع کاری سے آشنا ہونا چاہتی تھی۔ پھر اس نے دوپٹہ جھٹکا اور سامنے کمرے میں سجی پینٹنگ کو دیکھنے لگی تھی۔ چہرے پر آئی لٹ کو اس نے کان کے پیچھے کیا تو کان کا جھمکا بج اٹھا۔

"تمہارے تو جھمکے بھی بات کرتے ہیں" اسے دشمن جان کی بات اچانک یاد آئی اور وہ مسکرا کر گنگنانے لگی۔

She is amazing

She simply fade

the real feelings

Because she dare to do so

Walking in and out

She occupied the right place

To whom she belongs

In a right way

In a right form

She is just amazing

کافی دنوں بعد اس کا موڈ کچھ بہتر تھا۔ وہ شاید حالات سے سمجھوتہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی ۔ورنہ پچھلے کچھ عرصہ سے جو حالت تھی اس کی، اس میں زندہ بچنا ناممکن سا لگتا تھا۔ لیکن وہ اس جنگ میں Survivor رہی تھی۔

New Era Magazine

اس کے قدم بے ساختہ Painting Era کی جانب مڑے تھے۔

پھر اس نے اپنے نکاح کے سین کو پینٹ کرنا شروع کیا تھا۔

اور رات تک وہ oil paints سے شاہکار بنا چکی تھی۔ایسا شاہکار جو ابراہیم علی خان کی نظر میں چھبنے والا تھا۔اور ایک ایسی تخلیق جو اس کو پہروں رولانے والی تھی۔

حماد کے چہرے کے زاویے خطرناک حد تک سنجیدہ تھے۔

"پاپا کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا"

حماد صرف اتنا کہہ سکا تھا۔

"ہاں اسے کہو اپنے رویے میں لچک لائے گڑھے مردے اکھاڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ورنہ میری بیٹی لاوارث نہیں ہے" شایان نیازی سنجیدگی سے بولے تھے۔

"تم میرے بچے کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو" تن فن کرتے خالد نیازی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

"تم لحاظ بھولتے جا رہے ہو" شایان زور سے بولے تھے۔

میں اب تک لحاظ میں تھا بد لحاظ تو تم ہو شایان نیازی تم نے میرے امنگوں کی سیج پر مشتاق نیازی کو بٹھایا تھا میں مر کر بھی نہیں بھول سکتا" انہوں نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"میں نے بالکل ٹھیک کہا تھا تم قابل ہی نہیں تھے اور میں کیسے بھول گیا کہ حماد تمہارا بیٹا ہے وہ بھی تمہارا اپر تو ہو گا۔اس سے پہلے کہ میں رشتہ داری کا لحاظ ختم کروں چلے جاو یہاں سے " شایان نیازی بولے تھے۔

"انکل،پاپا آپ لوگ ہوش کریں بچوں کی طرح لڑ رہے ہیں" حماد کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ ان کو کیسے روکے۔

تم کیا ختم کرو گے میں ختم کرتا ہوں تم سے ہر رشتہ اور ہاں میرا بیٹا جب تمہاری بیٹی کو ٹھکرائے گا تو تم اپنی بے بس انا کا اچار ڈالتے رہنا" خالد نیازی جیسے آئے تھے ویسے تن فن کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔

شایان بیڈ پر گر گئے تھے اور حماد افسوس سے سر ہلاتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

نیازی منزل میں جو طوفان شندانہ کے نکاح کے بعد تھم گیا تھا وہ اب دوبارہ اپنی جھلک دکھا رہا تھا۔

شاید نیازی منزل کی خوشیوں کو کسی کی نظر کھا گئی تھی۔شاید نہیں واقعی کھا گئی تھی۔کہاں وہ پر سکون سی وادی میں ایک خوبصورت محل اور کہاں اب روز کی نئی پریشانیاں۔

"یہ انکل کیوں میری ماں کو لیکر تماشا بنا رہے ہیں۔مجھے کہا ہوتا میں خود سب کچھ تمہارے حوالے کر دیتا" شدت گریہ سے یاور کی آنکھیں سرخ تھیں۔

'کیا تم مجھے ایسا سمجھتے ہو" حماد رونے والا ہو گیا تھا۔

"نہیں یار انکل کا رویہ نا قابل تلافی ہے یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اتنی خوشی سے بندھن باندھا گیا ہے اور دونوں کی ضد" یاور کا سر چکرانے لگا تھا۔ وہ صوفے پر ڈھے گیا تھا۔

میں خود پریشان ہوں سوچ رہا ہوں کہ پاپا کو فوراً لیکر لندن چلا جاوں پھر دو تین ہفتے بعد ہم معاملہ سلجھالیں گے اور میں پھر پاپا سے شادی کی بات کروں گا۔ شندانہ کو میں کسی قیمت پر نہیں کھونا چاہتا" حماد نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"جس کو جو ٹھیک لگتا ہے کرے مگر خدا کا واسطہ ہے میری ماں کی قبر کی توہین نا کی جائے" یاور کے لہجے میں تپش تھی۔

حماد بیچارہ والد صاحب کے تیور کی وجہ سے پہلے ہی شرمندہ تھا اب رہی سہی کسر یاور کے الفاظ نے پوری کردی تھی۔

"یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بار غلطی اولاد کرے۔ کبھی ماں باپ بھی بہت بڑی غلطیاں کر جاتے ہیں" حماد زیر لب بڑبڑایا تھا۔

"تم کیا چیز ہو؟" محبت وقت سے مخاطب تھی۔

"کم از کم تمہاری سمجھ سے باہر" وقت کے پاس ہر بات کا جواب تھا ہر لمحے کا حساب تھا وہ وقت جو تھا۔

نیازی منزل میں دو دن سے جو ہو رہا تھا، شندانہ اس سے بے خبر تھی اس کی ایک وجہ تو نزلہ زکام تھی اور دوسری وجہ وہ حماد کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ حماد کے سامنے بہت روڈ ہو جا

تی تھی۔وہ بس اس انتظار میں تھی کہ حماد کب لندن جائے اور وہ نیازل میں آزادی سے گھوم پھر سکے۔

رات کو وہ پینٹنگ کو Final touch نہیں دے سکی تھی۔

اب دے رہی تھی۔پینٹنگ اس کی ذات کی نفی کر رہی تھی مگر وہ پھر بھی مسکرا رہی تھی۔شاید وہ اذیت پسند ہو گئی تھی۔محبت کرنے والے بعض اوقات ایسی کیفیات کا شکار ہو جاتے ہیں کہ جن کا انہیں خود بھی اندازہ نہیں ہوتا ہے۔شندانہ بھی ہو گئی تھی، لیکن وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ اپنے آپکو زیادہ تکلیف دے رہی ہے۔نیازی منزل کے مکینوں نے شندانہ کو بدل دیا تھا اتنا بدل دیا تھا کہ اب اکثر اوقات شندانہ کو آئینے میں اپنی شکل دھندلی نظر آتی تھی۔

"The main " of night

Get lost in the shade

of fire

Every thing in the surrounding

Enhance the faintness of

"The bride "

Actually she love

The colour

of fire

So, fire is so
Promiseable
It was ready
to occupy her heart
The heart which she lost
at the night when
the thunder storm
hit her ear
The night when the land was wet
The night when the black eyes
does magic
The fire touch her
so accurately
that now she
Became habitual to fire
She is not bride
She is actually fire "

New Era Magazine

شندانہ نے پینٹنگ کا نام" Fire "رکھا تھا۔بہت غور سے دیکھنے پر وہ کسی شادی کا منظر لگتا تھا ورنہ ایک نظر دیکھنے میں لوگوں کا ہجوم تھااور اس میں سرخ جوڑے میں ایک وجود دنیامافیا سے لاتعلق بیٹھا نظر آتا تھا۔اس وجود کے سامنے آگ کاالاو تھا۔اس پینٹنگ کا، Subjectجو کہ ' Bride' تھی وہ مدھم تھا۔اوراس کی" Themeجو کہ ' Fire' تھی وہ نمایاں تھی۔
اور آسمان پر بارش برستی دکھائی گئی تھی تاکہ لوگ عام طور پر اسے سردی کی شام کی ایک تقریب سمجھیں لیکن ایسا نہیں تھا۔

یہ شندانہ کی پہلی Mask paintaing تھی۔ورنہ وہ اپنی ہر پینٹنگ میں وہی سب کلئیر دکھاتی تھی جو وہ دکھاناچاہتی تھی۔وہ کیاکرتی پینٹنگ اس کا Passion تھی۔وہ پینٹنگ کرنا چھوڑ بھی نہیں سکتی تھی۔ہاں وہ" Mask paintaing "بناسکتی تھی جو کہ وہ بنارہی تھی۔

جنوری شروع ہو چکا تھاپوری دنیامیں نیوائیر کی تقریبات زور شور سے جاری تھیں۔
عروہ اور نوشیرواں مالدیپ میں تھے۔اس وقت تک وہ تقریباًسات ممالک گھوم پھر چکے تھے ۔نوشیرواں اس کے ساتھ خوش تھا۔وہ Workholic تھالیکن اس نے ایک بار بھی واآپس جانے کا نام نہیں لیا تھا۔
جب کہ عروہ اب لندن واآپس جاناچاہتی تھی وہ لندن کو مس کر رہی تھی۔

"وہ دیکھو سامنے کتنا خوبصورت سماں ہے پانی میں جگہ جگہ رات کے وقت روشنی بکھیرتی ہٹس "نوشیر واں نے اس کی توجہ سامنے دلائی تھی۔ورنہ وہ ایک گھنٹے سے اس کا سر کھا رہی تھی کہ وہ ابھی اور اسی وقت اپارٹمنٹ واپس جا کر اسے سجانا چاہتی ہے۔

"ہاں اچھا ہے "اس نے ایک نظر دیکھا اور پھر فون پر جھک گئی۔

"تم جانتی ہو کہ چاہے جتنا بھی قیمتی فون ہو مجھے غصہ آئے تو میں توڑ دیتا ہوں "نوشیر واں اسے اپنی ایک بری عادت یاد دلانے لگا۔

"ہاں جانتی ہوں یہی ایک تو برائی ہے میرے ہینڈ سم نامی خوبیوں کے حامل Package میں "میری نے کہا تھا۔

"The night

is beautiful

Just like your eyes

When they wonder

here and there

In search of me

Yah lady

you are my

only moon "

نوشیر واں گنگنانے لگا تو عروہ فون رکھ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔نوشیر واں کی آواز اچھی تھی لیکن وہ اتنا اچھا گنگنا بھی لیتا ہو گا اس بات سے میری ناواقف تھی۔

اپنے چہرے کو ہتھیلیوں میں دبائے آنکھوں میں جگمگ کرتی محبت کی روشن قندیلوں سے وہ جھومنے لگی۔بے بے پنک شرٹ اسکرٹ میں وہ بلاشبہ ایک نازک پری دکھتی تھی۔

"Baby you are beautifully

Made by God

You are amazing "

سیاہ جینز اور ٹی شرٹ میں اونچا لمبا نوشیر واں آنکھیں بند کیے ابھی بھی گنگنا رہا تھا۔

رات سماں باندھنے لگی تھی اور محبت بھی۔محبت کا ستارہ بام عروج پر تو تھا ہی ساتھ ہوا کی شرارت بھی لاجواب تھی۔

سفینہ لاج میں اس وقت خاموشی چھائی تھی۔بچے اور سائرہ آج جلدی سو گئے تھے۔خان صاحب اسلام آباد تھے۔

فرازیہ اپنے اور خان صاحب کے مشترکہ بیڈروم میں ٹی وی لگائے بیٹھی تھیں۔

لیکن ان کا دھیان ابراہیم کی طرف تھا۔تحریم کی نندا نہیں بہت پسند تھی۔لیکن مسئلہ ان کے بیٹے کے دل کا تھا۔

پتا نہیں کب اور کیسے وہ محبت کا شکار ہوا تھا۔ابراہیم نے انہیں تمام کہانی نہیں سنائی تھی۔

"بس وہ میرے دل کو لگتی ہے "اس نے اتنا کہا تھا اور وہ جانتی تھیں کہ جو بات ابراہیم کے دل کو لگتی تھی پھر وہ اسے پورا کرلیتا تھا مگر اس بار اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔ان کا بیٹا بہت بہادر تھا ایسا بہادر جس کے لیے مائیں منتیں مانگتی ہیں کروڑوں میں کردار و گفتار میں اعلی، مجاہد غازی 'تعلیم یافتہ ایسی اولاد تو نصیب والوں کو ملتی ہے۔خان صاحب اور انہیں ہر پل دھڑکا رہتا تھا کہ کہیں کچھ ہو نا جائے۔وہ یہ جانتی تھیں کہ ہما ان کی پسند تھی ابراہیم کے لیے وہ شریک حیات تھی محبت نہیں تھی اس نے ہما کے ساتھ انصاف کیا تھا مگر اب ان کا بیٹا گھل رہا تھا۔میدان جنگ میں دشمنوں کو خون کے آنسو رلانے والا خود رو رہا تھا۔

شندانہ کوئی کھلونا تو نہیں تھی جو راتوں رات وہ اسے ابراہیم کی جھولی میں ڈال دیتیں۔وہ ابراہیم علی خان کی ایسی دل نواز فرمائش تھی جس کا حصول کٹھن تھا۔نیازی منزل سے اسے چرا کر ابراہیم کے نصیب کا حصہ بنانا انتہائی دقت طلب کام تھا مگر ناممکن تو نہیں تھا۔

"تمہاری ماں تمہاری خواہش پوری کرے گی ابراہیم "چینل تبدیل کرتے ہوئے ان کے دماغ میں آخری بات یہی آئی تھی۔وہ کوئی عام ماں نہیں ایک فوجی کی ماں تھیں۔اور ماؤں کی دعاوں میں خداوند نے یہ طاقت رکھی ہے کہ وہ معجزے دکھا سکتی ہیں۔

"کیا واقعی شندانہ ابراہیم کا نصیب تھی "محبت نے سوچتے ہوئے وقت کی طرف دیکھا تھا، جو اپنی رفتار سے بہت تیز بھاگ رہا تھا۔

لندن آکر حماد نے اپنے والد کو منانے کی سر توڑ کوششیں کی تھیں، لیکن وہ ٹس سے مس نا ہوئے تھے۔حماد سب کچھ چھوڑ کر باقاعدگی کے ساتھ آفس جانے لگا تھا۔

اسے نیازی منزل کی وہ دلکش پری یاد آجاتی جو اسے دیکھ کر سہم جاتی تھی۔اتنا سہم جاتی تھی کہ وہ خود ہی پیچھے ہٹ جاتا تھا۔

پیپر ویٹ کے نیچے کاغذات ترتیب سے رکھتے ہوئے وہ مسکرانے لگا۔پھر اس نے آفس کی گلاس وال میں نظر آتا اپنا چہرہ دیکھا وہاں اسے ماتھے پر محبت ثبت نظر آئی۔اس نے سر جھٹکا اور اپنی گرے ٹائی میں لگی پن کو اتارا تھا۔کسرتی بدن پر سجا سیاہ لباس شان میں اضافہ کر رہا تھا۔اس نے فون کی گیلری کھولی تھی اور "Love" فولڈر کو اوپن کیا۔سلائڈز میں شندانہ کی تصاویر چلنے لگی تھیں۔وہ یاور اور شندانہ کے لیپ ٹاپ سے اس کی بچپن سے لیکر اب تک کی تصاویر لے آیا تھا۔اس کے پاس تو کم کم ہی تھیں۔

"The glitterimg lips

The splendid cheeks

The deary eyes

Baby , you are amazing

The blonde hairs

The dimple around cheeks

Made me mesmerize

Baby you are amazing

My feelings for you

Are going crazy

Baby you are amazing "

مدھر آواز میں حماد گنگنانے لگا تھا۔

سوات میں جنوری کا موسم جان لیوا تھا۔انتہا کی سردی تھی۔درجہ حرارت منفی میں چلا گیا تھا۔

ابراہیم نے ضلع سوات کی حدود میں آنے والی آخری وادی میں ایک Major Operation کرنا تھا۔جس کے لیے وہ آج کل تن دہی سے لگا ہوا تھا۔

سوات میں اب ڈیوٹی کے علاوہ ہر چیز اس کے لیے کشش کھو چکی تھی۔کئی گھنٹوں سے مسلسل کام کر کے اس کے سر میں درد ہونے لگا تو اس نے لیب ٹاپ بند کر دیا اور انٹر کام پر چائے کا کہا۔

"کاش تم میری زندگی میں ہوتی شندانہ!" اس کے دل نے خواہش کی تھی۔

چائے پینے کے بعد وہ نماز کے لیے اٹھ گیا تھا۔سونے سے پہلے کئی دن بعد وہ آج سوشل میڈیا پر آن لائن ہوا تھا۔

حسب معمول شندانہ کا پیج کھولا تھا۔

"Fire"

نامی پینٹنگ نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی تھی۔

اسے ملتان میں تحریم کی مہندی والی رات یاد آئی۔جب کچن میں اس کی اور شندانہ کی گفتگو ہوئی تھی۔جب پہلی بار ابراہیم نے اپنے خول سے نکل کر شندانہ سے بات کی تھی۔اس کے ہونٹ دھیمے سے مسکرانے لگے۔

فقط تو ہی نہیں ظالم

تیری یاد بھی ہے ظالم

جب سے یہ دل ہارا ہے

چاہے قسم لے لو

ہم نے ہر لمحہ تم پر وارا ہے

ہماری وفاؤں کا اندازہ

تو کر کے دیکھ دلبر

ہم نے تیری جفاؤں کو

بھی دل سے لگایا ہے

اک تو ہی نہیں تھا دستیاب ہمیں

ورنہ ہم وہ بادشاہ ہیں کہ

دنیا ہماری دسترس میں تھی

اک تو ہی تو ہے

جو رگ جان سے قریب تر تھا

جا! تیری دشمنی رہے سلامت

اغیار کے پہلو میں بیٹھ کر

وار کرتا ہے

اور کیا کمال کرتا ہے

مبارک ہو تمہیں یہ ادا دلبر

یہ ارمان تھا کہ تجھے

زور زبردستی سے حاصل کرتے

مگر یہ ارمان صرف ارمان ہی رہا

تو کوئی چیز نہیں تھا ہماری جان تھا

اور ہم اپنی جان کو بے جان کس منہ سے کرتے

آج مہینوں بعد ابراہیم نے ڈائری میں یہ نظم لکھی تھی۔ وہ اس بار لائبریری سے ڈائری لے آیا تھا۔

نظم لکھنے کے بعد اس نے قلم اور ڈائری میز پر رکھ دی تھی۔

"تو تمہیں بھی میری یاد آتی ہے" ابراہیم مسکرایا تھا۔ ایک پوسٹ نے اس کا موڈ خوشگوار کر دیا تھا۔ وہ تو بہت Stable Personality رکھتا تھا۔ مگر شندانہ سے محبت نے اسے " Bipolar disorder " کروا دیا تھا۔

اس کا مزاج لمحے کے ہزارویں سیکنڈ میں بنتا بگڑتا تھا۔

" Baby you are amazing

Your are the happy pill

You are the rose

You are my partner, in love

You are the dream

You are the sky

Baby you are amazing "

وہ گنگنانے لگا تھا۔اور محبت بھی ابراہیم کے ساتھ گنگنانے لگی۔

"تھوڑا صبر اور پیارے! میں سب کو آزماتا ہوں اور ایک جنگجو میں اتنی طاقت تو ہونی چاہیے کہ وہ سماج کو ہرا دے" وقت نے کہا تھا۔

"کیا قدرت نے اپنے قلم سے شدانہ اور ابراہیم کا ساتھ لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے" محبت کے پرندے نے اونچی اڑان بھری تھی۔

"اے محبتوں کے سفیر پرندے! تم بہت خوش گمان لگتے ہو" خوش فہمی نے اسے آداب پیش کیا تھا۔

"ہاں کیونکہ شہر محبت کہ یہ دو کردار میرے پسندیدہ ہیں" پرندے نے کہا تھا۔

میں ان دونوں کی گفتگو میں کھو گئی ابھی مجھے تو مزید مناظر قلم کی نوک سے گزارنے تھے۔

کالام میاں آئیں تو طلحہ کے گھر میں ایک چھوٹی خوبصورت پہاڑی تھی۔اس پر خودرو گھاس اور جڑی بوٹیوں کی بھرمار تھی۔یہ پہاڑی طلحہ کے کمرے کی کھڑکی کے سامنے تھی۔جب گھر کواز سر نو بنایا گیا تو اسے یوں ہی رہنے دیا گیا تھا۔

اب سرد موسم کی وجہ سے اس پر ہلکی برف کی تہہ ہمیشہ رہتی تھی۔لیکن آج چند لمحوں کے لیے سورج نکلا تو برف پگھل کر پانی کے قطروں میں ڈھل گئ۔شبنمی خوبصورت قطرے،قدرت کا شاہکار یہ ایک چھوٹا سا نمونہ دل لبھاتا تھا۔

"یار کیا تم نے واقعی ہار مان لی ہے "طلحہ نے ابراہیم کو پیغام بھیجا تھا۔

کوئ جواب نا پا کر اس نے سامنے نگاہ اٹھائ۔اسے گھر سے دور سب سے زیادہ کھڑکی کا منظر یاد آتا تھا۔

دروازہ کھول کر اس نے راہداری میں چھوٹی بہن کو کافی کے لیے آواز دی تھی۔دروازہ بند کر کے وہ آیا اور شاہی انداز میں سجے صوفے پر بیٹھ گیا۔ان کا رخ کھڑکی کی طرف تھا۔اس نے دیکھا کہ گلاس مرر پر ابھی بھی ہلکی سی نمی باقی تھی۔وہ سمل کو مس کرنے لگا تھا۔

جانے وہ کب آئے گی اس کے پہلو میں۔اسے سمل کے ساتھ کا یقین تھا مگر اپنی جاب کا نہیں تھا۔وہ حاضر سروس ایجنٹ تھا۔اس نے زندگی رہن رکھوادی تھی۔اسے سوتے ہوئے بھی حواس جگائے رکھنے پڑتے تھے۔

"وہ پاگل ہے" طلحہ نے سامنے ہوا سے اڑتے خودرو پودوں کو دیکھا تھا۔

She is just amazing

She is liitle bit tough

like the taste of coffee

Freshning, delecious and more soothing

The black mole on the neck

Drive me so crazy for her

Yahh my existance craves for het!

She is just amazing

کافی پیتے ہوئے اسے سمل کے چہرے کے خدوخال نظر آنے لگے تھے۔اور وہ مسحور ہوتے ہوئے نظم پڑھنے لگا۔

ملتان میں آج ٹھنڈی ہوا کے ساتھ ہلکی بارش کا سلسلہ جاری تھا۔علینہ کو نئی مصروفیت مل گئی تھی۔

بنٹی موٹا تازہ نہایت ہی گورا چٹا خوبصورت سا بلا تھا۔ایک دن پارک میں علینہ کو نظر آیا تو اسے اٹھا کر گھر لے آئی تھی۔

گھر والوں کی اللہ اللہ کر کے گولڈی اور فیونا سے جان چھوٹی تھی اور اب یہ بنٹی آ گیا تھا۔

"بنٹی تم گھر والوں کی بات کا برا مت مانا کرو۔ تمھیں پتا ہے ناجہاں محبت ہو وہاں ظالم سماج ہوتا ہے "بنٹی کی پشت سہلاتے ہوئے علینہ نے کہا تھا۔

"بی بی ان لاڈوں کا حق دار فوجی ہے یہ مسٹنڈا ابلا نہیں۔ جایئے اپنے کمرے میں جہاں فون بج بج کر تھک گیا ہے۔ آپکو لیفٹینینٹ کرنل نے یاد فرمایا ہے "مہوش بھابھی نے سیاہ ٹاپ اور جینز چڑھائے بے فکر سی علینہ کو دیکھ کر شگوفہ چھوڑا۔

"اف یہ منگنی بھی قسم سے ایک بوجھ ہے "علینہ بڑبڑائی تھی۔

"ہاں ہے تو، _ مگر خوبصورت بوجھ ہے "کاٹن کے سرخ پرنٹڈ جوڑے میں ملبوس مہوش بھابھی کا مزاج آج بہت ہی اچھا تھا۔

"لگتا ہے بھائی نے آج شاپنگ کرانے کا وعدہ کر رکھا ہے "اونگھتے ہوئے بلے کو وڈ ہاوس میں سلاتے ہوئے علینہ نے کہا تھا۔

"ہاہاہا"وہ ہنس دہ تھیں۔

علینہ حیران ہوئی تھی۔ بھابھی نے اپنی نازک و حسین نند کو دیکھا اور کچن کی جانب بڑھ گئیں دوپہر کی ہانڈی بھی بنانی تھی۔

"یہاں سب عجیب ہیں "سر جھٹکتی علینہ بیسن میں ہاتھ دھو رہی تھی۔

خالد نیازی کے دل کا کینہ عروج پر تھا۔ شایان نیازی کو نیچا دکھانے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتے تھے۔ ان کے اندر جیسے کوئی شیطانی روح حلول کر گئی تھی۔ حالانکہ وہ ایسے نہیں تھے۔

یاور کی شادی اور اب حماد کے نکاح پر مشتاق نیازی کو بالکل خوش اور مطمئن دیکھ کر ان کو جیسے دھچکا لگا تھا۔ پھر یاور شایان نیازی کی اربوں کی جائیداد سنبھال رہا تھا۔ پیسے کی توان کے پاس بھی کمی نہیں تھی لیکن وہ چاہتے تھے کہ حماد سنبھالے یاور کی طرح سب کچھ اور یہیں پر اختلاف ہوا اور لڑائی شروع ہوئی تھی۔

"کاش تم زندہ ہوتی تو دیکھتی کہ میں آج بھی تمہاری یاد میں تڑپ اٹھتا ہوں" وہ گلہ لائی سے مخاطب تھے۔

"خالد آپ ضد چھوڑ دیں میرا بچہ کملا کر رہ گیا ہے۔ وہاں نیازی منزل میں کوئی سیدھے سے بات نہیں کر رہا۔ شندانہ تو فون تک نہیں اٹھاتی ایسا کب تک چلے گا" انہوں نے سر جھٹکا اور ٹی وی کا ریموٹ اٹھالیا۔ 47 انچ کی ایل ڈی انہیں اس وقت سب سے دلچسپ لگ رہی تھی۔ بیگم اندر کمرے میں آتے ہوئے بولی تھیں۔ خالدہ شوہر کی زندگی کے تمام پہلوؤں سے واقف تھیں۔ انہیں مر جانے والے انسان سے کوئی پرخاش نہیں تھی۔ وہ ایک مثبت سوچ کی مالک تھیں۔ حماد ان پر گیا تھا۔ لیکن شاید خون میں کہیں انتقامانہ رویہ رہ گیا تھا جو وہ ابراہیم سے ضد میں شندانہ سے بندھن میں بندھ گیا تھا۔

ہاں محبت تو وہ بھی کم نہیں کرتا تھا مگر اس میں انتقام کی بھی ملاوٹ تھی۔ محبت پانی کی طرح ہوتی ہے شفاف اور آب حیات سی اگر اس میں زرا سا بھی انتقام یا ضد ہو تو محبت شفاف نہیں رہتی

یہ اپنا رنگ بدل دیتی ہے۔اور محبت تو شفاف ہی اچھی لگتی ہے نا۔اوع حماد نے محبت سے انتقام لیناچاہا تھامحبت اپنے مجرموں کو کبھی نہیں بخشتی! حماد کو کیسے بخش دیتی؟

سفینہ لاج میں آئیں تو آج اتوار ہونے کی باعث سب نے لیٹ ناشتہ کیا تھا۔

ناشتے کی میز پر چائے پی جارہی تھی کہ یکدم تحریم کہ پیٹ میں درداٹھا تھااور اس کے ہاتھ سے کپ نیچے پھسل گیا تھا۔

اور چائے پاوں پر گری تو اس کی چیخ نکلی تھی۔سب ہڑبڑا کر اٹھے تھے۔یاور نے فوراََ اپوائنمنٹ لگائی اور وہ اور شندانہ اسے ہاسپٹل لے گئے۔

"خدا خیر کرے" بڑی اماں بولی تھیں۔آمین شایان نیازی نے کہا تھا۔

"میں آج صدقہ کرواتی ہوں ایک کے بعد ایک پریشانی آرہی ہے۔میرے بچوں کے چہرے کملا گئے ہیں" گل مئی بولی تھیں۔

"پچھتا تو میں بھی رہی ہوں۔کہتے ہیں رشتہ کرتے وقت پچھلوں تک جانا چاہیے۔حماد کی اچھائی میں خالد کے دل کا کینہ چھپ ہی گیا تھا" بڑی اماں نے لب کھولے تھے۔

میں تو اس بات کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ رخصتی سے پہلے ہی خالد اپنی اصلیت دکھا چکا ہے۔میں ہرگز شندانہ کو لندن نہیں بھیجوں گا۔ہاں حماد آتا ہے یہاں کام شروع کرے میری بات مانے

میں تب ہی بیٹی کو وداع کروں گا۔اور اگر تب بھی بات نہیں بنتی تو خلع کا کیس کروں گا۔شایان نیازی کی بیٹی کو رشتوں کی کمی نہیں ہے" چائے کی چسکی لیتے ہوئے انہوں نے کہا تھا۔

"شایان ایسی باتیں کر کے کیوں مجھ بڑھیا کو ہلکان کر رہے ہو۔یہ کیا ہو گیا ہے؟" بڑی اماں کے لہجے میں تاسف تھا۔

"ہوا نہیں ہے خالد بھائی نے جان بوجھ کر تماشا کھڑا کیا ہے۔مشتاق بھائی کا سکون ان سے دیکھا نہیں گیا۔کوئی اور بہانہ تو ملا نہیں جو ایسی تھرڈ لی حرکتوں پر اتر آئے ہیں" گل مکی کا دل تو حماد اور اس کے گھر والوں سے مکمل طور پر اچاٹ ہو گیا تھا۔جب سے ابراہیم نظروں میں آیا تھا اس کے سامنے حماد انہیں ہمیشہ غیر اہم سا لگنے لگا تھا، جانے کیوں؟ وہ خود الجھن میں تھیں۔

ابراہیم ہاسپٹل اپنی مائنر انجری لیکر آیا تھا۔صبح بھاری گن اس کے پاوں پر گر گئی تھی۔فوجی بوٹس اس نے نہیں پہن رکھے تھے تو زخم آ گیا تھا۔اسی سلسلے میں وہ ڈرائیور کے ساتھ ہسپتال میں تھا۔

پٹی کرانے کے بعد جب وہ ہسپتال کے مین ہال میں آیا تو سامنے وہ نظر آ گئی۔پریشان سی، ساری دنیا سے غافل اپنی دھن میں مگن۔شندانہ اتنی پریشان تھی کہ اسے ابراہیم کی نظروں کی تپش محسوس ہی نہیں ہوئی تھی۔

ڈاکٹرز نے تحریم کی حالت سیریس بتائی تھی۔وہ پری میچور بے بی کو آپریٹ کے ذریعے نکال رہے تھے۔تحریم کی طبیعت اچانک بگڑی تھی۔اتنی اچانک کے نیازی منزل کے مکینوں کو سبھی

معنوں میں دن میں تارے نظر آرہے تھے۔اوپر اس کا بلڈ پریشر کنٹرول میں نہیں تھا۔شندانہ نے جب سے سنا تھا وہ حواس باختہ تھی۔یاور کچھ سامان اور گل مکئی کو لینے نیازی منزل گیا ہوا تھا۔آپریشن تھیٹر کے باہر اس کا دل گھبرایا تو وہ یہاں حال میں آگئی تھی۔

ابراہیم اس کے قریب جا کر کنکھارا تھا۔وہ چونک اٹھی تھی۔اور جیسے آنسو من پسند انسان کو دیکھ کر آنکھوں سے نکل آئے تھے۔

"کیا ہوا ہے؟"ابراہیم پریشان ہو گیا تھا۔

"تحریم بھابھی کی طبیعت بہت خراب ہے،ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آپریٹ کریں گے۔میرا دل بہت ڈر رہا ہے"شندانہ نے کہا تھا۔اس وقت وہ اپنے اور ابراہیم کے درمیان آئے تمام فاصلے بھلا چکی تھی۔

"تم پریشان مت ہو۔اور اکیلا کیوں چھوڑ گئے تمہیں"ابراہیم نے چہرے پر آئے اس کے با لوں سے بے ساختہ نظر چرائی تھی۔

شندانہ اسے بتانے لگی تھی۔اور وہ ہمہ تن گوش تھا۔اس وقت ابراہیم علی خان کے لیے دنیا کا اہم ترین کام شندانہ نیازی کو سننا تھا۔کمال حیرت کا مقام تھا ایک جنگجو جو گولی پہلے چلاتا تھا اور بات بعد میں کرتا تھا۔اسے محبت نے پگھلا دیا تھا۔

محبت دے توں بلیکھے نہیں جاندے
محبت تے مجبور ویکھے نی جاندے
محبت نے رانجھے نو مجنوں بنایا

محبت نے ثابت بلا نچایا

اے جس تن نوں لگدی اے

او تن ہی جانے

ساری بات سنا کر شندانہ پر سکون ہو گئی تھی۔ابراہیم اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔اپنی سنا کراب وہ ابراہیم کا جائزہ لینے لگی تھی۔

"پاوں پر کیا ہوا ہے؟"گلاب چہرے پر فکر مندی کے آثار تھے۔

"کچھ نہیں بس ہلکا سا زخم ہے"ابراہیم فکر پر مسکرایا تھا۔

"ہلکا سا،اتنا ہلکا کہ ایک فوجی ہسپتال چلا آیا"وہ اب نیچے بیٹھ کر اس کا پاوں ہاتھ میں لیے ایک ماہر ڈاکٹر کے سے انداز میں بولی تھی۔

"اٹھو جو زخم تم اپنی پرواسے لگا رہی ہو وہ کبھی نہیں بھرے گا اس کا کیا ہے چند دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا"ابراہیم نے اس کا ہاتھ کھینچا تھا۔

"ابراہیم!"شندانہ نے بھیگی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

اور ابراہیم علی خان کو لگا کہ وہ ان سیاہ آنکھوں میں بسے پانیوں کے سمندر سے کبھی بھی چھٹکارا نہیں پا سکے گا۔

"جس سے محبت کرتی ہوں وہ تکلیف دیتا ہے"شندانہ پھر سسکی تھی۔

"رونا بند کرو گی،یا ہسپتال میں توپ چلا دوں"ابراہیم نے کہا تھا۔

"ظالم فوجی"شندانہ بڑبڑائی تھی۔

"سچ سچ بتاو تمہارے دل میں چل کیا رہا ہے "ابراہیم نے جرمن لیلن کے سیاہ اور سفید جوڑے میں ملبوس دلکش وجود سے نظریں چرائی تھیں۔

شندانہ کو ایک سامع چاہیے تھا۔پھر نکاح سے لیکر آج صبح تک کے حالات وواقعات بتانے لگی تھی۔اسے کل ہی گل مکئ سے خالد نیازی کے ہنگامے کا پتا چلا تھا۔

"حیرت ہے اتنا کچھ ہو گیا اور تم نے ایک فون تک نہیں کیا مجھے "ابراہیم فریش لہجے میں بولا تھا۔

"مجھے ہوش کہاں تھا"وہ دھیرے سے بولی تھی۔

"اب تو ہے"وہ مسکرایا تھا۔

"ہاں اب ہے کیونکہ میں ایسی جگہ پر ہوں جہاں میں اپنے آپکو محفوظ پاتی ہوں۔اس دنیا میں صرف ایک ہی شخص ہے جو پاپا اور بھائی کے بعد مجھے محافظ لگتا ہے اور وہ آپ ہیں ابراہیم "شندانہ نے کہا تھا۔

"افف لگتا ہے ہسپتال میں تم مجھے اٹیک دو گی"ابراہیم الجھا تھا۔یہ کیسی حسینہ تھی جو آنکھوں سے وار کرتی تھی،باتوں سے لاچار اور لہجے سے مسمار۔

"لگتا ہے حالات نے تمیز سکھا ہی دی ہے جنگلی بلی کو"ابراہیم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"ابراہیم!"جنگلی بلی بنتے ہوئے شندانہ کو دیر کتنی لگتی تھی۔

"جی بولیے محترمہ!"وہ ہمہ تن گوش ہوا تھا۔

طلحہ کے گھر میں آج خاصی رونق تھی۔ سمل کے گھر والے آج آرہے تھے۔
موسم کے تیور بھی کوئی اچھے نہیں تھے۔
لیکن سب سے بڑا دھماکہ تو آج ہونے والا تھا۔ طلحہ سب باتوں سے بے فکر ہو کر خوشی منا رہا تھا۔

گلاب چہرے گلاب لمحے گلاب لہجے
سارے اسی کی دسترس میں ہیں
وہ بالکل ایسا ہے کہ
خوشبو اس کے گھر کا پتا جانتی ہے
میں تو اک گمنام سا ہامی ہوں اس کا
ورنہ وہ تو بام فلک پر دمکتا چاند ہے
ہاں اس سے محبت سی ہو گئی تھی
کیا کرتے ہم جب ان نیلگوں آنکھوں میں
واللہ جام ہی اتنے شاندار تھے
ہاں میں جانتا ہوں کہ وہ بہت دور ہے
لیکن اس دربار عشق کا یہی دستور ہے
جو ہے نہیں دراصل وہی تو ہے

ارے تم جاواپناکام کرو

وہ جو ہے جیسا ہے

ہمیں قبول ہے

ابراہیم شندانہ کو مسکراتے ہوئے سوچنے لگا تھا۔اس وقت گفتگو کے دوران پاپا کی کال آگئ تھی ۔وآپس آیا تو گل مئی کو شندانہ کے پاس دیکھا،وہ پھر وآپس چلا آیا تھا۔

جو بھی تھااس کے دل کو سکون تھا۔لاکھ باراس کادل چاہاتھا کہ حماد پر زور زبردستی کرے تاکہ وہ یہ رشتہ توڑدے، مگراس کا ضمیر ایسا نہیں تھا۔اس نے سینکڑوں پلان بنائے تھے، بلکہ ایک تو فائنل بھی کر لیا تھا۔لیکن پھر شاید خدا کی طرف سے حکم نہیں تھا۔ابراہیم مرد مجاہد تھا،ایک کامیاب جنگجو۔میدان جنگ میں جس کے فیصلے دشمن کو سرنگو کرنے پر مجبور کر دیتے تھے،وہ بزدلوں کی طرح پیچھے سے یاڈرادھمکا کروار نہیں کرناچاہتا تھا۔

اسے یقین تھا کہ اگراس کی قومیت کے ستارے اسے اس وادی کی حسین شہزادی کے پاس لے آئے تھے تو یہی قسمت کے ستارے اس حسینہ کوابراہیم کے نصیب کا حصہ بھی بنا سکتے تھے، دل میں درد تھالیکن ایک مسلسل بے چینی جو وجود کی دھجیاں اڑھیر رہی تھی اس کا سدباب ہوا تھا۔

اس سے روبرو ہو کر لگتا ہے

کہ محبت آسمانی رشتہ ہے

وہ بولتا ہے

تو محبت گفتگو کرتی ہے

وہ ہنستا ہے

تو محبت افق پر دارز لگتی ہے

وہ پلکیں جھکاتا ہے

تو محبت چاند پر پہنچ جاتی ہے

وہ ہلکا سا مسکرا کر

اثبات میں سر ہلاتا ہے

تو محبت روشنی بن کر بکھرتی ہے

اور جب وہ میرے قریب آتا ہے

تو محبت جھومنے لگتی ہے

ہاں جب وہ بولتا ہے

تو سرمئی تتلیاں

اس کی گھور سیاہ آنکھوں کا

طواف کرنے لگتی ہیں

ہاں وہ بولتا ہے

تو لگتا ہے کہ

محبت آسمانی رشتہ ہے

"ہو سکتا ہے کہ زندگی نیا موڑ لینے لگی ہو؟ ہو سکتا ہے کہ قدرت کا قلم اسے میرے لیے لکھنے کے لیے دلکش لمحوں کا انتظار کر رہا ہو؟ ہو سکتا ہے کہ سوات کے جنگلوں میں ہونے والی بہار کی بارش وصل کا پیغام لیکر اترے!

ہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے" ابراہیم نے خود کلامی کی۔

ہم زمین زادوں کے لیے

محبت ایک الوہی جذبہ ہے

جس کا رتبہ ازل سے کہیں آسمانوں

کے بیچ پنہاں ہے

یہ صرف اسے ہی ملتی ہے

جو اس کی وسعت کی گہرائی

جانتا ہے

اکثر زمین زادے جذبوں کے خلا میں

بھٹک کر نیچے اتر آتے ہیں

لیکن یہ تو جذبات سے آگے

روح کا رشتہ ہے

زمین زادوں کو یہ سمجھنا پڑے گا

کہ محبت صرف آسمان سے اترتی ہے

زمین پر بھی وفا کا پھول

فلک کی مہربانی کے بغیر نہیں کھلتا ہے

محبت روح کا پیوند ہے

محبت زمین زادوں کے لیے

آسمانی تحفہ ہے

اس نے پہاڑی علاقے دیکھ رکھے تھے۔ مگر اس بار تو ایڈونچر کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔ اور نیچے راستے دلکش وادیاں اور جھیلیں اس کے دل کو مزید لبھا رہی تھیں۔ اصل میں جب پہلے اس نے یہاں کا سفر کیا تھا تو اس سرزمین سے اس کا کوئی ناطہ نہیں بندھا تھا۔ اب تو دل کے تار ایک پہاڑوں میں رہنے والے آدم زاد سے جڑ گئے تھے

"کتنا خوبصورت سماں ہے۔لوگ سچ کہتے ہیں

جہاں پر محبت رہتی ہو،اس گاوں کی مٹی بھی انمول لگا کرتی ہے"اس کے ہونٹ ہلے تھے۔

"افففف تم اتنا تیز کیوں گاڑی چلا رہے ہو،اتنی جلدی کا ہے کی ہے" ٹیکسی میں بیٹھے وجود نے ڈرائیور سے کہا تھا۔

"بی بی تم نیں جانتا کچھ دیر میں برف پڑنے والا ہے۔ام کو گھر بھی جانا اے"گل خان نے پختونی لہجے میں کہا تھا۔

پیچھے بیٹھے وجود نے قہقہہ لگایا۔

"استغفر اللہ غریب تباہ دے"گل خان بڑبڑایا تھا۔

"یہ پنجاب سے آیا لوگ ایسی ہوتی اے"اس نے دل ہی دل میں تبصرہ کیا۔

"پنجاب سے آیا لوگ ایسی نہیں ویسی ہوتی ہے" اسی کے انداز میں اونچی آواز میں جملہ دہرایا گیا تھا۔

"افففف تم تو دماغ پڑھنا جانتا ہے اوئے" گرم کوٹ پر سیاہ مقامی شال پہنے یہ پٹھان ڈرائیور حقیقتاً اپنے گاہک سے متاثر ہوا تھا۔

"ہاں ام جانتا ہے کیوں کہ ام پنجاب سے اے" پیچھے بیٹھے وجود نے سر جھٹکا تھا۔ چند لمحے بعد گاڑی جھٹکا کھا کر رک گئی تھی۔

"آج تو صبح سے امارا قسمت خراب ہے" گل خان نے کہا اور گیٹ کھول کر باہر نکلا تھا۔

اندر بیٹھے وجود نے ارد گرد کا جائزہ لیا اور اپنا بیگ اتار کر گاڑی کی پچھلی سیٹ سے باہر آگیا۔

"How romantic ?"

گلے میں جھولتے کیمرے سے وہ فٹافٹ کلک لینے لگی۔

شرارتی انداز میں ایک تصویر گل خان کی بھی لی تھی۔

"یہ لو پورے تین ہزار اور عیش کرو، کیا یاد کرو گے کہ کس سے واسطہ پڑا ہے "اس نے جینز کی پاکٹ سے پیسے نکال کر ڈرائیور کو تھمائے تھے۔

"اوئی اللہ یہ تو بہت زیادہ ہے، تم اندر بیٹھو ام تم کو چھوڑ آئے گا "گاڑی کا ٹائر بدلتے ہوئے گل خان نے کہا تھا۔

"نہیں میں چلی جاوں گی، تمہارا بہت شکریہ گل خان !"اس نے چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے کیا اور بیگ کو گھسیٹتے ہوئے آگے چل دی۔

گل خان روکتا ہی رہ گیا مگر وہ چند لمحوں میں یہ جا وہ جا۔

"یہ پنجاب کا لوگ اپنی اولاد کی پرواہ نہیں کرتا اے، پھر یہ ادھر آکرام جیسے لوگوں کا دماغ چاٹتا اے "گل خان بڑبڑایا اور گاڑی کا رخ شہر کی طرف موڑ دیا، اسے بازار سے راشن لیکر گھر جانا تھا۔

تحریم کی بیٹی ہوئ تھی۔پری میچور تھی مگر صحت مند تھی۔کچھ دن ہاسپٹل میں رکھنے کے بعد چھٹی مل جاتی۔انتہائ حبس زدہ دنوں میں کہیں سے خوشگوار جھونکا آیا تھا۔

ا"س کا نام تو میں رکھوں گی "شدانہ کا بس چلتا تو بچی کو وینٹیلیٹر سے اٹھا کر گود میں بٹھا لیتی۔

"کیوں نہیں "تحریم نے خوش دلی سے کہا تھا۔اس کی طبیعت اب بہتر تھی۔یاور میڈیسن لینے گیا ہوا تھا۔

"ماشاءاللہ چشم بدور! بالکل اپنی دادی پر گئ ہے "گل مئ نے سکون سے سوتی ہوئ بچی کو مسکرا کر دیکھا تھا۔

تحریم نے آنکھیں موندلیں،قدموں میں جنت آگئ تھی۔اتنے دنوں سے جاری خراب طبیعت آج جا کر ہلکی ہوئ تھی۔

"تحریم بات کرو گی ملتان "سیب کاٹتے ہوئے گل مئ بولی تھیں۔

"ابھی نہیں، اسٹیچز کی وجہ سے فون پر بات کرنا مشکل ہے" تحریم نے کہا۔ سی۔ سیکشن ہونے کے باعث ڈاکٹر نے کافی زیادہ احتیاط کرنے کا کہا تھا۔

"لو خوشی میں میں تو پاگل ہی ہو گئی ہوں، شندانہ سے کہتی ہوں کہ تمہارے فون سے سب کو اطلاع سے دے" انہوں نے سیب کا ٹکڑا منہ میں رکھا تھا۔

صبح ناشتے کے بعد سب ہسپتال میں ایک ٹانگ پر کھڑے تھے۔ ٹھیک ساڑھے پانچ بجے لیڈی ڈاکٹر نے جب بتایا کہ ماں اور بچہ دونوں خیریت سے ہیں تو سب نے سکھ کا سانس لیا تھا۔

"آہا پھوپھو مجھے بھی تو مٹھائی کھلاو" شندانہ کے ہاتھ سے یاور نے برفی کا ٹکڑا اچک لیا تھا۔

"آہا کنجوس پاپا! یہ سامنے والے روم سے آنٹی نے نواسے کی پیدائش پر بانٹی ہے۔ جائیں بیکری کا چکر لگا کر آئیں آپ" شندانہ نے ٹشو سے ہاتھ صاف کیے تھے۔

"ہاں پاپا آجائیں تو میں سارے انتظام کرتا ہوں" یاور نے کہا تھا۔

یاور کمرے کا دروازہ کھول کر اندر گیا تو شندانہ علینہ کا نمبر ملانے لگی۔

نیازی منزل میں چھائی اداسی کو ننھی پری کی آمد نے ختم کر دیا تھا۔ بڑی اماں تو اتنی خوش ہوئی تھیں کہ اسی وقت ہزاروں روپے صدقہ و خیرات کیے۔

"یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے" بڑی اماں کو دبا تی روزی نے زیر لب کہا تھا۔ وہ شاکر ہو گئی تھی۔ بے شک وہ ریاض کے ساتھ مخلص تھی مگر اس کے دل نے کئی سال یاور کو مسند پر بٹھایا تھا۔ اب اس سے جڑی ہر خوشی اسے خوش کرتی تھی۔ روزی محبت سے عقیدت کے رشتے میں آ گئی تھی۔

"بس اب اللہ کرم کرے، اور خالد کو عقل دے۔ شندانہ کی رخصتی کے بعد میں سکون میں آوں گی" بڑی اماں اٹھ بیٹھی تھیں۔ روزی نے سفید دوپٹے کے ہالے میں بارعب سی بڑی اماں کو دیکھا۔

گل رخ نیازی کی شخصیت میں بہت رعب تھا، لیکن شندانہ اور یاور کے لیے وہ ریشم سے بھی نرم تھیں۔

"اللہ میرے بچوں کو آباد رکھے" وہ بولی تھیں۔

"آمین" روزی نے لب ہلائے تھے۔ سردیوں میں جوڑوں کے درد کی وجہ سے وہ شاز و نادر ہی کہیں آتی جاتی تھیں۔ طبیعت واقعی ایسی نہیں تھی کہ وہ جاتیں۔

ملتان میں گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، جب سب کو تحریم کا پتا چلا تھا۔

"الحمداللہ" عافیہ بیگم نے بے۔ساختہ شکر ادا کیا تھا۔

ابھی چونکے دیر تھی تو کسی بھی قسم کی شاپنگ نہیں کی گئی تھی۔

"بس آج جا کر بازار خالی کر دو، میری بچی کو ہمارا انتظار ہو گا" عرفان احمد بولے تھے۔

سب لوگ شام میں جارہے تھے،ملتان سے ہفتے میں دو بار فلائٹ سوات جاتی تھی۔کچھ واپس آجاتے مگر علینہ،ساقعہ اور عافیہ نے کچھ دن وہیں رہنا تھا۔

سفینہ لاج میں بھی تحریم کی بچی کی پیدائش کی خبر جاچکی تھی۔سائرہ خوش ہوئ تھیں۔

"مجھے جاناچاہیے "فرازیہ نے عافیہ بیگم سے بات کی تھی۔

"ہاں ضرور چلیں بلکہ کچھ دن رہ بھی لیں وہاں زراز ہن بدلے گا،میں تو کہتی ہوں سائرہ اور بچوں کو بھی لے چلیں "عافیہ بیگم بولی تھیں۔کیونکہ یہاں سے سب بچے بڑے جارہے تھے۔تحریم پھوپھو کی بیٹی کو دیکھنے کے لیے سب بے تاب تھے۔

"لیکن موسم ٹھنڈا ہوگا،کہیں بچے بیمار نا ہو جائیں "انہیں بچوں کی فکر تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا جہاز میں جائیں گے پھر ابراہیم بھی تو وہیں ہوگا "عافیہ بیگم نے یاد دلایا۔

"ہاں ٹھیک ہے میں سیدھی ائیر پورٹ پر آجاوں گی،خان صاحب سے کہہ کر ٹکٹ کرواتی ہوں "فرازیہ بولی تھیں۔

"ہاں ضرور مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے جبکہ تحریم کا تو پتا ہے نا کہ آپ کا کتنا کرتی ہے" عافیہ کے لہجے میں بھابھی کے لیے محبت تھی۔

"ہاں ضرور "فرازیہ بولی تھیں۔انہوں نے بچی کی شاپنگ بھی کرنی تھی۔اور ایک ملازمہ کو بھی ساتھ لینا تھا کیونکہ وہ ہفتہ دس دن ابراہیم کے پاس رکنا چاہتی تھیں تا کہ وہ اپنا دل ہلکا کر سکے۔

"بہت بوجھ ہے میرے بچے پر دل کا" پیکنگ کرتے ہوئے ان کی یہی سوچ تھی۔سائرہ زیادہ تر خاموش رہتی تھیں۔وہ جیسے کہتیں ویسا کرنے لگتیں تھیں۔فون پر میکائیل کو بتایا تو اس نے سراہا تھا۔وہ خود چاہتا تھا کہ ماں کا ذہن بٹ جائے۔

"اففف اب نکل تو آئی ہوں کیسے جاوں ؟" وہ بڑبڑاتی ہوئی چل رہی تھی۔لیمن گرم کرتے کے نیچے جینز پہنے اس کڑاکے دار سردی میں اسے لگ پتا گیا تھا۔کچھ ہی دیر پہلے اس نے کوٹ بھی چڑھایا تھا۔

راستے میں ہسپتال جاتے شایان نیازی نے جب ایک لڑکی کو بیگ گھسیٹتے ہوئے سڑک پر دیکھا تو ڈرائیور سے گاڑی روکنے کا کہا تھا۔

"بیٹا لگتا ہے آپ راستہ بھول گئی ہیں. گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے وہ بولے تھے۔

"جی بالکل" وہ کمال کی ڈرامے باز تھی، مسکین لہجے میں بولی تھی۔

"اچھا آپ گاڑی میں بیٹھ جائیں، ہم آپ کو ڈراپ کر دیں گے" انہوں نے کہا تھا۔

وہ جھٹ سے گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

"میں نے آگے مالم جبہ جانا تھا" وہ بڑبڑائی تھی۔

شایان نیازی ہنس دیئے۔ یہ سر پھری ٹورسٹ تھی جو اس موسم میں کیمپنگ کا مزہ لینے نکلی تھی
۔

"بارش تھوڑی دیر میں تیز ہو جائے گی، آپ ایسا کریں آج رات نیازی منزل میں قیام کریں
کل آپ کو ڈرائیور چھوڑ آئے گا" شایان نیازی بولے تھے۔

"نیازی منزل" سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ سوال پوچھا گیا تھا۔

"جی ہمارا گھر، شاید آپنے نام سن رکھا ہو" شایان بولے تھے،انہوں نے اسے بے حال دیکھ کر ہیٹر کا ٹمپریچر بڑھایا تھا،وہ سمجھ گئ تھی لیکن انجان بننے لگی۔

اس کے ہاتھ نیا ڈرامہ لگ گیا تھا۔شایان نیازی سے انٹرویو لیتے ہوئے وہ کسی ماہر اینکر سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ہسپتال آگیا تھا۔

"بیٹا آپ گاڑی میں بیٹھو،میری بیٹی بھی جائے گی گھر ڈرائیور آپ دونوں کو لے جائے گا" انہوں نے کہا اور گاڑی سے اتر گئے۔وہ مسکرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔

طلحہ کے گھر سمل کے گھر والوں کا شاہانہ استقبال ہوا۔بے بے اور اسفندیار بہت گرم جوش تھے۔

"شکر ہے کوئے یار جانے کے لیے راہ ہموار ہوئ" طلحہ نے دل میں کہا تھا۔

اس وقت وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔دوپہر کا کھانا کھایا جاچکا تھا اب چائے کا دور چل رہا تھا۔

"آپ لوگ آج رک جائیں،موسم خراب ہو چکا ہے" بے بے نے حلاوت بھرے لہجے میں سمل کی امی سے کہا تھا۔

"جی لیکن ہماری فلائٹ ہے واپسی کی آج ہی،اب تو رشتہ جڑنے لگا ہے آتے جاتے رہیں گے انشاءاللہ "وہ مسکرائی تھیں۔

"جی آپ کا اپنا ہی گھر ہے،بچی کو بھی لے آتے ساتھ" بے بے تو آج کچھ زیادہ ہی ماڈرن بن رہی تھیں۔

"جی اسی نے یہاں ہی آنا ہے اب "سمل کی والدہ مسکرائی تھیں۔

"بے بے!"طلحہ نے آنکھوں سے ماں کو اشارہ کیا تھا۔

انہوں نے سر جھٹکا اور پھر باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

"عرفان کا فون تھا، وہ لوگ سوات آئے ہوئے ہیں، تحریم کے ہاں بچی ہوئی ہے" شیرازی صاحب بولے تھے۔

"ماشاءاللہ" بے بے نے کہا تھا۔

"طلحہ فون ملاو زرا بڑی اماں کو" بڑی اماں نیازی خاندان میں سب کی بڑی اماں تھیں۔

"میں تو کہتا ہوں رہ جاتے ہیں آج رات کل ایک ہی بار تحریم کو مبارک باد دے کر عرفان کے ساتھ نکل جائیں گے، سب لوگ آئے ہوئے کچھ نے تو واپس جانا ہی ہو گا اور پھر بھابھی کا شکوہ بھی ڈھل جائے گا" شیرازی صاحب نے بیگم سے کہا تھا۔

بے بے فون لیکر گیلری میں چلی گئیں تھیں۔

طلحہ بہت خوش تھا۔

"یار سمل تم کب آو گی؟" اس کا دل ابھی سے یہی گردان کرنے لگا تھا۔

کوئٹہ میں بھی شدت کا جاڑ اپڑا تھا۔اس بار جنوری واقعی جنوری لگنے لگا تھا۔ورنہ پچھلے دس سال سے اوسط برف باری کی شرح کم تھی، لیکن اس بار برف باری ایک دہائی کی کمی کو جنوری کے پہلے ہفتے میں کم کرنے پر لگی ہوئی تھی۔

"اماں آپ سے کہا تھا ناکہ چھ ماں رک جائیں، آپ کی بہو کہیں نہیں بھاگی جا رہی" گرم کمرے میں چلغوزے کھاتے ہوئے خاور نے کہا تھا۔

"نامجھے اس پر یقین ہے کہیں نہیں بھاگ رہی وہ، لیکن تمہارے کھانے کی اسپیڈ سے لگتا ہے کہ تمہیں عنقریب وہاں سے انکار ناہو جائے" آدھے گھنٹے سے خاور کا چلتا منہ دیکھ کرا نہیں غصہ آ گیا تھا۔

"اللہ وہ اور مائیں ہوتی ہوں گی جو بچوں کے کھانے پر خوش ہوتی ہوں گی، یہاں تو۔۔۔۔۔۔"

خاور ابھی یہ کہہ کر پلیٹ سے چلغوزے نکال ہی رہا تھا کہ ایک دھموکا اس کی پیٹھ پر پڑا۔

"اللہ اللہ "اس نے بے حال ہونے کی خوب ایکٹنگ کی۔

"ماں کے ساتھ مکر کرتا ہے "انہوں نے چھلے ہوئے چلغوزوں والی پلیٹ اٹھالی تھی۔

"تونے ستم کیاماں ں ں "وہ چیخا تھا۔

"کہیں سے نہیں لگتاافسر، نگوڑاسارادن منہ چلانے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے "انہوں نے کہا تھا۔

"اچھاجو کہنا ہے کہ دیں،اب اچھی یابری اولاد تو آپ کی ہوں "خاور نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"فوج نے تجھے گولی کے ساتھ زبان چلانا بھی سکھادیا "مسکراکرانہوں نے کہا تھا۔

خاور نے اپنے سامنے بیٹھی جنت کو غور سے دیکھا۔ ہلکے رنگ کے گرم جوڑے میں شبانہ بیگم کے چہرے پر نور دکھتا تھا،وہ مسکرادیا۔

لندن میں موسم سرد تھا، مگر حماد کے گھر میں موسم گرم ہی رہنے لگا تھا۔

"ڈیڈ! جو ہو گیا بس اسے ختم کریں آپ چلیں تاریخ لیتے ہیں شادی کی" حماد نے بے چینی سے کہا تھا۔

"کیا مطلب تم ہوش میں تو ہو" خالد نیازی بولے تھے۔

"اس میں بے ہوش ہونے والی کونسی بات ہے؟" حماد کا دل چاہا کہ اپنا سر دیوار میں دے مارے۔

"تو سن لو میری دو دن پہلے شایان سے بات ہوئی تھی، اس نے الٹا میری بے عزتی کر کے فون رکھ دیا۔ میں نے واسطی کے زریعے طلاق کا نوٹس بھیج دیا ہے، اب جب تک منتیں ترلے نہیں کرے گا میں تمہاری شادی نہیں کروں گا" خالد نیازی کے لہجے میں کروفر تھا۔

نوٹس کا سن کر حماد اٹھ کھڑا ہوا تھا اور کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا۔

"یہ آج کل کی نسل "حماد نیازی کو یہ بد تمیزی لگی تھی۔

لیکن جو وہ کر رہے تھے نہیں وہ ٹھیک لگتا تھا۔ہم انسانوں کو اپنا غلط بھی ٹھیک لگتا ہے۔

نیازی منزل میں ٹی سی ایس کا کوئی نمائندہ رجسٹری دے گیا تھا۔ریاض نے سائن کیے اور لے لیا۔اسے روزی اندر جاتی نظر آئی تو اس کے ہاتھ بھجوا کر وہ فارم ہاوس چلا آیا۔پھولوں کو باحفا ظت سپلائی کروانا تھا۔ریاض یاور کا رائٹ ہینڈ تھا،اس کی غیر موجودگی میں تمام معاملات سنبھال لیتا تھا۔یاور بھی اس سے کوئی فرق نہیں کرتا تھا۔

روزی اندر لیکر چلی گئی۔

"بڑی اماں کی شال شندانہ کے کمرے میں ہے،تم وہ تو لیتی جاو میں چائے لینے جارہی کچن میں "سلمی نے روزی سے کہا تھا۔

روزی سر ہلا کر سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی۔ گرے کلر کی خوبصورت شال شندانہ کو بہت پسند تھی،وہ بڑی اماں
کی اکثر شالیں پہنتی رہتی تھی۔روزی نے ہاتھ میں پکڑا لفافہ وہیں سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اور وارڈروب سے شال نکال کر چل دی تھی،تو طلاق کا نوٹس آچکا تھا اور سب سے پہلے باخبر ہونے والی بھی شندانہ تھی۔

ملتان سے تقریباً 25لوگ آئے تھے۔ابراہیم کو آنے کی خبر کر دی تھی۔وہ خوش گوار حیرات لیے انہیں لینے چلا آیا۔

آرمی گاڑیوں میں سارے خاندان کو بھر کر یہ قافلہ ابراہیم کے گھر روانہ ہوا تھا۔تحریم چونکہ ہاسپٹل تھی تو سب قسطوں میں جا کر پوچھنا چاہتے تھے۔کل تک اس نے ڈسچارج ہو جانا تھا۔یاسر بھائی اور مہوش بھابی بھی نہیں آئی تھیں کہ گھر اکیلا تھا۔اور ارمغان بھائی اور ان کی بیگم بھی ہسپتال کی نوکری کی وجہ سے نہیں آپائے تھے۔ان کے بچے بھی نہیں آئے تھے۔یہ لوگ واپس جاتے تو وہ آپاتے۔

"الحمدللہ ہمیں پہلے خیال کیوں نہیں آیا کہ ہمارا اپنا ہی گھر ہے آتے جاتے رہیں، تحریم سے بھی مل لیا اور موسم انجوائے کر کے واپس" عرفان احمد بولے تھے۔

"جی انکل ضرور آپ جب بھی آئیں" ابراہیم نے کہا تھا۔

"شکر ہے کچھ دن میرے بچے کی اداسی کم تو ہو گی" فرازیہ بولی تھیں۔

"خالہ آپ کیسی ہیں؟" ابراہیم نے سائرہ سے پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ سناو" وہ مسکرائی تھیں۔ فرازیہ کو اطمینان ہوا کہ سائرہ اگر مسکرانے لگی ہیں تو کچھ عرصے میں نارمل بھی ہو گی۔

"ویسے دل خوش ہو گیا سب کو یہاں دیکھ کر، آپ لوگ رہیں کچھ دن یہاں" ابراہیم ڈرا ئیو نگ کرتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں میرا ارادہ ہے بیٹا، عافیہ، علینہ اور ساعقہ تو رہیں گی۔ اور بھابھی بھی کچھ دن تمہارے پاس رکیں گی۔ باقی لوگ کل یا پرسوں چلیے جائیں گے تاکہ ارمغان وغیرہ آ سکیں" عرفان احمد بولے تھے۔

ابراہیم نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

شندانہ پاپا سے مل کر گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔ اسے اچنبھا ہوا جب اسے سلام داغا گیا۔

"السلام علیکم!" چہکتی ہوئی آواز تھی۔

"وعلیکم السلام!" شندانہ نے بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"تم بہت خوبصورت ہو لڑکی" فالسے رنگ کے گرم جوڑے میں ملبوس شندانہ پر نگاہ ٹک سی جاتی تھی۔

"شکریہ "شندانہ نے دھیمے سے کہا تھا۔اس کی طبیعت میں شوخی تھی لیکن وہ اتنی جلدی کسی سے نہیں گھلتی ملتی تھی۔

پھر ساتھ بیٹھا وجود اپنے بارے میں بتانے لگا تھا۔اور کچھ ہی دیر میں دونوں کے قہقہے آسمان سے باتیں کرنے لگے تھے۔اور نیازی منزل پہنچنے تک دونوں پکی سہیلیاں بن چکی تھیں۔

شندانہ اسے لیکر بڑی اماں کے کمرے میں چلی آئی۔پہلے انہیں مبارک باد دی پھر مہمان کا تعارف کروایا تھا۔

"ماشاءاللہ بیٹا آپ کا اپنا گھر ہے،پورا سال کوئی نا کوئی سیاح نیازی منزل کا مہمان ہوتا ہے۔امید ہے کہ آپ کو یہاں گھر جیسا سکون ملے گا۔کوئی بھی پریشانی ہو آپ بتا سکتی ہیں" انہوں نے محبت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

وہ مسکرا دی۔

شندانہ اسے سیڑھیوں سے اوپر اپنے بیڈروم کے ساتھ والے روم میں لے گئی۔

شاہانہ سی نیازی منزل نے مہمان کو متاثر کیا تھا۔

"واہ خوبصورت لوگ، خوباصورت گھر اور خوبصورت رویے خوش قسمت لوگوں کو ہی ملتے ہیں" وہ بڑبڑائی۔

"تم اپنے آپکو خوش قسمت کہہ رہی ہو" شدانہ نے پوچھا تھا۔

"یہ بتاو تمہیں اپنی تعریف کیسی لگی" آگے سے الٹا سوال آیا تھا۔

"تو مس پنجاب! بہت اچھی لگی تعریف آج تو ویسے بھی خوش ہوں میں کہ نیازی منزل میں ننھی پری آئی ہے۔اوپر سے ایک اتنی اچھی دوست مل گئی" شدانہ نے شربتی آنکھوں سے کاجل صاف کیا تھا۔

"خوش ہونا بنتا بھی ہے بلی" وہ بولی تھی۔

"تم فریش ہو جاو! پھر تھوڑی دیر میں کھانا کھاتے ہیں" شدانہ نے روم کلاک میں وقت تھا، پانچ بج رہے تھے۔

وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔

دوپہر کا کھانا کھا کر سب ہسپتال کا چکر لگا آئے تھے۔ گل مکئی اور یاور بہت خوش تھے۔ تحریم تو جیسے ساری کلفت بھلا بیٹھی تھی۔ یاور نے انہیں نیازی منزل قیام کی دعوت دی تھی۔

"آج ابراہیم کی طرف رکیں گے، کل دن میں آئیں گے" عرفان صاحب بولے تھے۔

"آپ ایسا کریں گھر جا کر ریسٹ کر آئیں کل سے یہیں ہیں، میں اور عافیہ ادھر ہی ہیں" ساعقہ بولی تھیں۔

"آپ چلی جائیں" تحریم نے بھی کہا تھا۔

"میں چلی جاتی ہوں روزی اور شندانہ کو بھیج دوں گی" گل مکئی نے کہا تھا۔ وہ واقعی تھک گئی تھیں۔

عرفان احمد کے کہنے پر سمل کے والدین ابراہیم کے گھر چلے آئے تھے۔چونکہ سسرال کا معاملہ تھااور وہ پہلی بار آئے تھے، پھرابھی رشتہ بھی طے نہیں ہوا تھا۔طلحہ کے گھر والے چند دن میں منگنی کر جاتے تو پھر معاملہ اور تھا۔اب تحریم کی بچی کا بہانہ بن گیا تھا،بے بے نے بہت روکا مگر تحریم کی بچی کی پیدائش کی وجہ سے وہ بھی مان گئی تھیں۔کل تحریم ڈسچارج ہو جاتی تو وہ بھی نیازی منزل جاتیں۔

بارش قدرے رک گئی تھی،جب طلحہ چھاونی میں داخل ہوا تھا۔اس کا پلان تھا کہ آج رات یہیں رک جائے گا،کل واپس چلا جائے گا لیکن اسے ایک میسج موصول ہوا جس کو دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گیا،بلکہ اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

"کیا ہوا گھبرایا ہوا کیوں ہے؟"ابراہیم نے اس سے پوچھا تھا۔

"بس گھبرایا تو نہیں ہوں،ایک فوجی میدان جنگ میں بھی نہیں گھبراتا ہے۔یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہے "طلحہ نے کہا تھا۔

"اب منہ سے کچھ پھوٹے گا،یوں نیک پروین بن رہا ہے جیسے تجھے جانتا نہیں ہوں میں "ابراہیم نے کہا تھا۔

وہ اور طلحہ جنگل سے کچھ لکڑیاں اکٹھی کرنے آئے تھے کیونکہ سب نے باربی کیو کا شور مچایا ہوا تھا۔

طلحہ نے فون کھول کر اس کے آگے کیا تھا۔

"کیا حسین اتفاق ہے "ابراہیم کی باچھیں کھل گئیں۔

جنگل گھنا تھا۔بڑے بڑے درختوں میں چھوٹی جھاڑیاں اکثر بارش سے محفوظ رہتی تھیں۔جوان اکثر باربی کیو کرتے تھے تو گھر پر لکڑیاں موجود تھیں۔چونکہ ابراہیم کو پتا تھا کہ ساری رات لگ جانی ہے اس لیے وہ مزید لکڑیاں لینے آئے تھے۔

"تو اتفاقات پر نامر، سچوئیشن ہینڈل کر" طلحہ نے کلہاڑی چلاتے ہوئے ابراہیم کو رگیدا تھا۔

"تو ہے کون؟؟؟ گھامڑ انسان" ابراہیم نے کٹی ہوئی چھوٹی لکڑیاں اکٹھی کی تھیں۔ وہ ابھی تک یونیفارم میں تھا۔ چہرے پر سکون کے آثار تھے، کل شب شندانہ سے ملاقات نے پچھلے تمام شکوے دور کردیے تھے اور تواور نئی امید بھی دلادی تھی۔ گزرے دنوں میں جو دونوں کے درمیان میلوں گز کے فاصلے آگئے تھے وہ کل ختم ہو گئے تھے۔

"جاسوس ہو بد تمیز انسان، حاضر سروس ایجنٹ" طلحہ نے غصے سے کہا تھا۔

"توڈرامے باز تجھے یہ سچوئیشن انجوائے کرنی چاہیے۔ دنیا کی بہترین ایجنسی کا قابل افسر اتنی سی بات پر رونا روتا ہوا اچھا نہیں لگتا ہے" وہ اب کافی لکڑیاں جمع کر چکے تھے۔ ابراہیم انہیں رسی سے باندھ رہا تھا۔

"سچ میں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں" سیاہ قمیض شلوار پر گرم چادر اور جرسی پہنے طلحہ نے کہلاڑی اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

New Era Magazine

"بالکل کالام میں تیرا دماغ بند ہو چکا ہے۔بس تو ملتان میں ٹکتا ہے ناکام عاشق "ابراہیم مسکرا رہا تھا۔

"بس کر دے،اپنی باری یاد ہے کیسے زخمی شیر بنا ہوا تھا۔مجنوں نا ہو تو! یہ بھی لگتا ہے ہسپتال میں تازہ تازہ ملاقات ہوئی ہے جو دماغ کی بتی جل اٹھی ہے۔بیوقوف عاشق نا ہو تو "طلحہ نے خوب بدلہ لیا تھا۔

ابراہیم کا قہقہہ جاندار تھا۔وہ دونوں اب رہائشی مکانات کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔رم جھم پھر سے شروع ہو گئی تھی۔

"جاناں کے شہر کا موسم بہت سنہرا ہے "ابراہیم بڑبڑایا۔

"یہ چل کیا رہا ہے "طلحہ کا انداز تفشیشی تھا۔

"بتادوں گا صبر،تو اپنا انجوائے کر گدھے "ابراہیم نے کہا تھا۔

طلحہ اسے صلواتیں سنانے لگا۔وہ لوگ اب گھر پہنچ چکے تھے۔

گل مکئی مہمان لڑکی سے مل کر بہت خوش ہوئی تھیں۔انہیں یہ سر پھری لڑکی بہت پسند آئی تھی۔اس نے بھی فوراً دوستی گانڈھ لی تھی۔

رات میں شندانہ اور روزی ہسپتال جارہی تھیں۔

"تم نے چلنا ہے تو چلو" شندانہ نے کافی پیتے ہوئے اسے آفر کی تھی۔

"نہیں میں آرام کروں گی کل چلوں گی" وہ بولی تھی۔

"تحریم کا سارا خاندان یہاں سوات آیا ہے۔ماشاءاللہ زندہ دل لوگ ہیں جیسے ہی پتا چلا آگئے" گل مکئی نے شندانہ سے کہا تھا۔

"جی،آپکی ملاقات ہوئی" شندانہ نے پوچھا تھا۔

"ہاں سب سے ہوئی ہے، کل آئیں گے سب دن میں۔ تحریم تو صبح ڈسچارج ہو جائے گی" گل مکئ بولی تھیں۔ ہسپتال سے آکر وہ کچھ دیر سوئ تھیں اب کچھ فریش لگ رہی تھیں۔

"ہاں انہوں نے ہی تو مجھے زبردستی بھیجا۔ بہت اچھے لوگ ملے ہیں ہمیں ورنہ میں اور اماں جان تو پریشان تھے کہ یاور کی بیوی کا مزاج جانے کیسا ہو؟ ہمارے درمیان فرق نا کھڑا کر دے۔ لیکن شکر ہے سب اچھا ہے" عافیہ بیگم نے جس اصرار سے انہیں بھیجا تھا، گل مکئ ان کی خاندانی روایت کی دلدادہ ہو گئی تھیں۔ ایسے موقعوں پر ہی تو ایک دوسرے کا خیال رکھا جاتا ہے۔

"وہ سب ہیں ہی ایسے" شندانہ نے دل میں سوچا تھا۔

"سوات کے لوگوں کے ہاتھ میں بڑا سواد ہے" سامنے بیٹھے وجود نے لب کھولے۔ وہ اس وقت مرینہ کے گرم جوڑے میں تھی۔ سردی نے سارے فیشن بھلا دیئے تھے۔

"ہاں بالکل زائقہ اپنا اپنا" شندانہ نے کہا تھا۔

"پنجاب آنا، سب بھول جاو گی "اس نے چیلنج کیا تھا۔

"کیوں نہیں؟"شندانہ نے مسکراہٹ پاس کی تھی۔

رات ٹھنڈی تھی۔ باہر ٹھنڈ چھائ ہوئ تھی۔

یاور ہسپتال سے آکر سو گیا تھا۔ کئ گھنٹوں کی نیند نے ساری تھکاوٹ دور کر دی۔ وہ فریش ہو کر آیا تو فون بجنے لگا۔ دوسری طرف طلحہ تھا۔

سلام دعا کے بعد طلحہ نے مبارک باد دی تھی۔

"تم آجاتے آج "یاور نے کہا تھا۔

"بلکہ میں یہاں شہر میں آیا ہوا ہوں، ایسا کرتا ہوں چکر لگا لیتا ہوں "طلحہ نے کہا تھا۔

"ہاں بلکہ یوں کرو، نیازی منزل آجاؤ ڈنر کرتے ہیں۔ پھر رات ہاسپٹل میں گزاریں گے تحریم کل ڈسچارج ہو گی۔ پاپا کا تمہیں. پتا ہے زیادہ جاگ نہیں سکتے ہیں، میرے سسرال والے وہاں ہیں لیکن اچھا نہیں لگتا کہ مہمانوں کو ڈسٹرب کیا جائے" یاور نے تفصیلاً بتایا تھا۔

"سہی ہے میں آجاتا ہوں دس بجے کے بعد ابھی ابراہیم کی طرف ہوں تم ڈنر کر لو مجھے بھوک نہیں ہے" طلحہ نے کہا تھا۔

"ہاں میں انتظار کر رہا ہوں" یاور نے کہا تھا۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ کس کزن کو بلائے۔ کیونکہ ہسپتال میں اکیلے پوری رات گزارنا صبر آزما تھا وہ بھی اس صورت جب پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔ ڈاکٹرز نے احتیاط کی وجہ سے تحریم کو ایڈمٹ کر رکھا تھا۔

تحریم کا تھکا ہوا چہرہ یاد آیا تو دل میں محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر امڈ آیا تھا۔ تحریم نے اسے باپ بنایا تھا۔ ان کے گھر میں چھوٹی شہزادی آگئی تھی، اور کیا چاہیے تھا، وہ گنگناتے ہوئے مسکرانے لگا تھا۔

گلاب چہرہ گلاب باتیں

اسے آتی ہیں بے حساب باتیں

وہ مسکراتا ہے تو دن نکلتا ہے

روتا ہے تو رات چھا جاتی ہے

اس کی دسترس میں ہیں لگام ہماری

اس کے اشارے پر قدم ہیں چلتے

اک نظم کیا، پورا دیوان لکھا دیا جائے

وہ اتنا حسین ہے کہ قلم تھک جاتے ہیں

ہمیں اس کی پردہ نشینی کی قسم

اس کے رخسار کا جو تل ہے

وہ میرا دل ہے

اس کے ابرو کی کمان اتنی تیز ہے

کہ کہ ہمارا دل

اس کی راہ میں فکرانگیز ہے

اے قاصد! اسے جا کر یہ کہہ دو

وہ جیسے مسکراتا ہے ویسے کھلا رہے

بس دینا تو اس دل کو فریب ہے

"بس آپکے والی آج ہسپتال ہوں گی رات میں، میں بھی جارہاہوں کیا خیال ہے کوئی پیغام دینا ہے "طلحہ نے ابراہیم سے کہا تھا۔

"جایئے صاحب! ہم خود رابطہ کر سکتے ہیں" چائے پیتے ہوئے ابراہیم نے کہا تھا۔ سفید گرم جوڑے میں اٹھان قابل غور تھی۔

"بہت مغرور ہو گیا ہے تو" طلحہ نے کہا تھا۔

"آج تو خاور کی طرح رو رہا ہے" ابراہیم نے خالی کپ میز پر رکھا تھا۔ وہ دونوں اس وقت ابرا ہیم کے کمرے میں تھے۔ باقی پورے گھر میں رونق کا ساسماں تھا۔ ابراہیم کی یہاں پوسٹنگ کے بعد پہلی دفعہ سہی معنوں میں یہ گھر لگا تھا۔ ہما تو بس چند ماہ ہی یہاں رہ سکی تھی۔ ابراہیم تب سارا دن ڈیوٹی پر ہوتا تھا، خیر تب حالات اتنے بہتر نہیں تھے۔

"اچھا اس کو کال ملاتے ہیں، مرے گا ہمیں ساتھ دیکھ کر" طلحہ نے کہا تھا۔

محبت ہم سفر میری

بس اتنا سا کہا یاد رکھنا

کبھی انجان راہوں میں

کہیں ویران رستوں پر

قدم تمہارے ڈگمگائیں تو

زرا سا آنکھیں بند کر کے

مجھے تم یاد کر لینا

زرا فریاد کر لینا

محبت بہت ہمدرد ہے

یہ ایک ہی صدا پر

کبھی لوٹ بھی آتی ہے

اگر جو لہجے صادق ہوں

یہ محبت ہے

یہ رہائش رکھ بھی لیتی ہے

بس شیریں بیاں ہے یہ

New Era Magazine

اتنا خیال رکھنا

محبت ہم سفر میری

بس اتنا سا کہا یاد رکھنا

کبھی دل بھی تھک جائے تو

اک مختصر سا پیام دے دینا

محبت سے محبت ہے

محبت سے پکارو گے

تو پنچھی لوٹ آئیں گے

تمہیں اپنی سنائیں گے

محبت ہم سفر میری

بس اتنا سا کہا یاد رکھنا

اپنے دل کو یاد سے آباد رکھنا

محبت ہم سفر میری!

علینہ نے خاور کو میسج کیا تھا۔ یہاں کا موسم ایسا تھا کہ اسے بھی خاور کی یاد ستائی تھی۔ وہ ہمیشہ شکوہ کرتا رہتا تھا۔ آج علینہ نے پہلی بار خود سے میسج کیا تھا، ورنہ پہل ہمیشہ خاور ہی کرتا تھا۔

وہ آن لائن نہیں تھا ورنہ فوراً جواب دیتا۔

"حاضرین! آج بس سمین آپا کی کمی ہے "علینہ نے فون رکھ کر کہا تھا۔

"ہاں فون ملا و بلاتے ہیں انہیں "بھابھی نے کہا تھا۔

"سہی "علینہ نے اثبات میں سر ہلایا اور نمبر پش کرنے لگی۔

سمین آپا نے پہلی بیل پر ہی فون اٹھالیا تھا۔ یاور نے عون کو فون کیا تھا اس وجہ سے وہ جان چکی تھیں۔ لیکن سب کہ اچانک سوات جانے کی خبر سے لا علم ہی تھیں۔

سلام دعا کے بعد علینہ مدعے پر آ گئی تھی۔

آپا آ جائیں آپ یہاں بہت مزہ آ رہا ہے، سچ میں موسم بہت شاندار برف باری، خوبصورت جنگل اور پھر خوبصورت گھر، ابراہیم بھائی کے پاس تو ویسے ہی زیادہ مزہ آتا ہے "علینہ شروع ہو گئی تھی۔

"بتایا ہی نہیں تم لوگوں نے ورنہ میں بھی چلتی۔ سارا دن بور ہی ہوتی ہوں۔ ساس سسر جیٹھ کے گھر ہیں۔ منیزہ انٹرن شپ کر رہی رات میں آتی ہے۔ چھوٹی کی چھٹیاں تھیں تو وہ ساتھ ہو لی دادا دادی کے۔ کاشان کی نئی نئی جاب، عون کا تو تمہیں پتا ہے گھر مہمانوں کی طرح آتے ہیں" سمین آپا کے اپنے مسائل تھے۔ انہیں فارغ اور اکیلے رہنا سخت ناپسند تھا۔ پھر بھرے پرے خاندان میں بیشتر مواقع آتے رہتے تھے، اس لیے جب فراغت ہوتی تو وہ اپنے میکے یا پھر ملتان چلی جاتی تھیں۔ بچوں کی طرف سے آزادی تھی کہ وہ اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ ماں کے بغیر دس پندرہ دن آرام سے گزار لیتے تھے، پھر دادا دادی سے بھی اٹیچ تھے، سمین آپا کو گھر کی طرف سے بے فکری تھی۔

بھابھی بات کرنے لگی تھیں۔ جب انہوں نے فون رکھا تو سمین آپا کو کل سوات آنے کے لیے وہ مکمل راضی کر چکی تھیں۔

"واہ بھئی کیا کہنے آپ کے بھابھی" فون لیتے ہوئے علینہ کے لہجے میں ستائش تھی۔

"ہاں دیکھ لو!" گرم کوٹ پہنے سرخ و سفید بھابھی نے کندھے اچکائے تھے۔

"ہاں تمہاری بھابھی کو بس دیکھتے رہیں غریب" کمرے میں داخل ہوتے بھائی نے کہا تھا۔

اور سب کھلکھلا کر ہنس دیئے۔

---.

شندانہ شام میں فریش ہو کر کپڑے تبدیل کر چکی تھی۔ براون موٹی کاٹن کی کڑھائی والی ریڈی میڈ قمیض کے ساتھ اسکن کلر کی شلوار اور شال پہنے وہ ہسپتال جانے کو تیار تھی۔ سلکی بال شرارت کرنے لگے تو وہ ڈریسنگ کے سامنے بالوں کی چوٹی بنانے لگی۔اس نے پونی اٹھانے کے لیے پہلی دراز کھولی ہی تھی کہ لفافہ ہاتھ میں آگیا تھا۔

اس نے حیران ہو کر دیکھا،وہ کوئی بھی ڈاکومنٹ یوں ڈریسنگ کی دراز میں کبھی نہیں رکھتی تھی۔اس نے جب لفافہ کھول کر صفحہ پڑھا تو مارے حیرت کے شندانہ کی آنکھیں کھل گئیں۔

"یہ کیسے ہوا؟؟؟اور یہ کب آیا ہے؟ پاپا کی بجائے میرے کمرے میں کیوں؟؟"سوالات اس کے زہن میں چکرائے تھے۔

"ہو سکتا ہے روزی کو باہر کسی نے دیا ہو اور وہ بھول کر ادھر رکھ گئی ہو ابھی جا کر اس سے پوچھتی ہوں" اس نے سوچا تھا۔

لفافے کو بیڈ کے گدے کے نیچے دبائے وہ روزی کے پاس کچن میں ہو لی تھی۔

"آج رات تو جاگ کر گزارنی پڑے گی" روزی نے سلمی سے کہا تھا۔ وہ سنک میں پڑے برتن دھو رہی تھی۔ پہلے یہاں کوک ہوتا تھا روزی اور سلمی کو اس نے باقاعدہ کھانا پکانا سکھایا تھا، وہ بیمار تھا تو اب کچن ان دو کے حوالے تھا۔ تحریم بھی اکثر دن میں کھانا پکا لیا کرتی تھی، گل مکئی بھی کبھی کبھار شوقیہ کچن میں آجاتیں تھیں۔

"یہ چائے میں پتی کم ہے، تیز کر دو ساری رات جاگنا ہے" سلمی نے چولہے پر پکتی چائے دیکھ کر کہا تھا۔

"ہاں! یاد آیا آج ریاض نے مجھے کوئی لفافہ دیا تھا صاحب کے لیے میں اسے شندانہ کے کمرے میں رکھ آئی، خیر صبح نکال کر دے دوں گی" روزی نے پتی ڈال کے چولہے کی آنچ مزید تیز کی

تھی۔اٹالین اسٹائل کچن تھا مگر بہت کھلا تھا۔درمیان میں باآسانی پانچ سے سات لوگ کام کر سکتے تھے۔سفید و سیاہ ماربل اور لکڑی کے اعلی کام کی وجہ سے کچن بھی دیکھنے والوں کو متوجہ کرتا تھا۔

شندانہ جو کچن کے دروازے کے پاس کھڑی تھی روزی کی بات سن کر پاپا کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

وہ حسب معمول اسٹڈی میں تھے،اسٹڈی ان کے کمرے سے ملحق تھی۔ہزاروں کتابوں پر مبنی یہ لائبریری کتابوں کے شوقین افراد کا دل بہت لبھاتی تھی۔

"پاپا!"شندانہ نے پکارا اور نوٹس سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔

وہ ٹیبل لیمپ کی روشنی میں "پیار کا پہلا شہر"پڑھ رہے تھے۔

"لائٹ آن کردو"انہوں نے کتاب میز پر رکھ دی اور آرام دہ کرسی پر سر ٹکادیا۔

شندانہ نے لائٹ آن کی اور لیمپ بند کر دیا۔ سفید روشنی پل بھر میں کمرے کو روشن کر گئی تھی

۔

لائٹ پرپل قمیض شلوار پر سفید شال اوڑھے وہ سنجیدہ دکھتے تھے۔

"کسی ٹرپ پر جانے کا لیٹر ہے کیا، قلم اٹھادو سگنیچر کر دوں، کل صبح کیش لے لینا مجھ سے" وہ بولے تھے۔

"پاپا میری پڑھائی مکمل ہو گئی ہے" شندانہ نے یاد دلایا تھا۔

"آہ میرا بچہ!" انہوں نے آنکھیں کھولیں اور شندانہ کا ہاتھ تھپتھپایا تھا۔

"یہ کچھ اور ہے یہ پرمیشن لیٹر نہیں ٹرمینیشن لیٹر آیا ہے" گلابی شال لیے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے شندانہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔

"کہاں سے آیا ہے؟" انہوں نے میز پر رکھی ہوئی عینک اٹھائی تھی۔

"کسی بہت اپنے نے بھیجا ہے، اتنی جلدی ہے اسے کہ خاندان تک بھول گیا ہے" شندانہ نے کہا تھا۔

"لگتا ہے کہ بہت دلچسپ بات ہے" انہوں نے لفافہ اٹھالیا تھا۔

"ہاں اتنی دلچسپ کے آپ حیرت کے گہرے سمندر میں ڈوب جائیں گے، سوچنے لگیں گے کہ واپسی ٹرمینیشن لیٹر دینا ہے یا پھر کوئی ایپلیکیشن دینی ہے" شندانہ نے کہا تھا،

وہ تحریر پڑھنے لگے تھے، چہرے پر اب مزید سنجیدگی طاری ہونے لگی تھی۔

"ایپلیکیشن نہیں جائے گی ٹرمینیشن مانگنے والے کو پیش ہونے کا حکم سنایا جائے گا" انہوں نے صفحہ رکھ دیا تھا۔

"اگر وہ پیش نا ہوا تو" شندانہ نے پوچھا تھا۔

"اگر اب اس نے جرات کر ہی لی ہے تو پیش تو ہونا پڑے گا، اور اگر پیش نا ہوا تو بہت طریقے آتے ہیں مجھے" وہ پر سکون لہجے میں بولے تھے۔

"پاپا"شندانہ کے لہجے میں نمی اتر آئی تھی۔

"اب وہی ہو گا جو شندانہ چاہے گی، شاباش میرا بچہ پریشان نہیں ہو نا ڈیڈی از ہئیر "انہوں نے کہااور شندانہ کو گلے سے لگالیا۔

"پاپا! یہ انسلٹ ہوئی ہے میری "شندانہ نے کہا تھا۔

"اس نے تمہاری نہیں میری انسلٹ کی
اور خالد نیازی کو یہ وار مہنگا پڑے گا"انہوں نے کہا تھا۔

شندانہ ابھی تک آنکھیں موندے ان کے گلے سے لگی تھی۔

"تمہارا ٹکٹ دروازے کے پاس باہر میٹ کے نیچے رکھا ہے، رہی ملاقات کی بات تو وہ بہت جلد ہو گی کل صبح آٹھ بجے کی فلائٹ ہے تمہاری۔

"Have a dreamy night in Sawat "

رات میں جب اس کی آنکھ کھلی تو حسب معمول فون چیک کیا تھا،اس میسج نے اس کی نیند اڑا دی تھی۔

"تمہیں تو میں چھوڑوں گی نہیں" غصے سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا اور میٹ کے نیچے سے ٹکٹ نکال لیا، پی آئی اے کی تازہ ٹکٹ تھی۔

"بھاڑ میں جاو تم" یہ میسج بھیج کر صبح پانچ بجے کا الارم لگا کر وہ سو گئی تھی۔

شندانہ اور روزی یاور کے ساتھ روانہ ہو چکی تھیں۔

طلحہ ہسپتال پہنچ چکا تھا،اس نے یاور کو فون پر بتایا تھا۔

ہسپتال میں اب یہ بحث جاری تھی کہ کون رکے گا؟

"انکل آپ چلیں جائیں، میں اور طلحہ ہیں یہاں آنٹی کو رہنے دیں شندانہ اور روزی بھی ہوں گی "یاور نے معاملہ سلجھایا تھا۔

"ہاں یہ بہتر ہے "عرفان احمد نے کہا اور ساعقہ کو لیکر چلے گئے تھے۔

عافیہ تو تھکی ہوئی تھیں سو گئیں۔شندانہ اور روزی ویٹنگ روم میں آ گئیں تھیں۔وہاں ہیٹر چل رہا تھا اور دو تین لوگ اور بھی موجود تھے۔

شندانہ خاموش تھی۔

"کیا ہوا ہے؟"روزی نے منہ کھولا تھا۔

"کچھ نہیں میں سوچ رہی ہوں کہ ایک شخص جو بار بار ایپلیکیشن دے کہ اس کا کام ہو جائے، اور پھر منزل پانے کے بعد وہ فور اٹر مینیشن دے دے، تو اس کو انسانوں کی زبان میں کیا کہیں گے؟"شندانہ نے فون کی اسکرین گھورتے ہوئے روزی سے کہا تھا۔

"مجھے نہیں آتی یہ انگریزی"روزی نے کہااور ریاض سے چیٹنگ میں مشغول ہو گئ،رومن اردو میں وہ ماہر تھی۔اردو بھی بولنے لکھنے تک آتی تھی آخر کو پانچ جماعتیں پاس تھی۔

"اس کو عام زبان میں" dishonesty " کہتے ہیں"پیچھے سے طلحہ نے جواب دیا تھا۔

"نا گر یہ معلوم ہو کہ وہ شخص" Dishonest " نہیں ہے تو؟"شندانہ نے اب طلحہ کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"تو پھر حالات وواقعات کا جائزہ لیا جائے،ہو سکتا ہے کسی رقیب نے ٹرمینیشن کی خواہش ظاہر کر دی ہو"طلحہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"ہو سکتا ہے"شندانہ متفق نظر آئ تھی۔

"کیسی ہو،کیا ہو رہا ہے؟"طلحہ نے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"ٹھیک ہوں"شندانہ ہلکا سا مسکرائ تھی۔

New Era Magazine

"کیا میں کسی کا پیغام دے سکتا ہوں" طلحہ کی آواز اب آہستہ تھی۔ روزی فون پر ریاض سے بات کرنے وضو کرنے والی جگہ پر چلی گئی تھی۔

"ہاں ابراہیم علی خان کے علاوہ آپ دنیا کے کسی بھی شخص کا پیغام دے سکتے ہیں" شندانہ نے مسکراہٹ ضبط کی تھی، طلحہ ہولے سے ہنسا تھا۔

"ایک فون کال کی التجا ہے" طلحہ نے فون بڑھایا تھا۔

"لیفٹینینٹ کرنل صاحب خود بھی تو فون کر سکتے تھے" شندانہ فون لیکر جاری کال کاٹ دی اور فون واپس طلحہ کو تھما دیا۔

"جی کر سکتے تھے، مگر وہ اس لمحے بات کرنا چاہتے تھے۔ جبکہ آپکا فون مسلسل بند جا رہا ہے" طلحہ نے کہا تھا۔

شندانہ نے فون دیکھا تھا اور اسے یاد آیا کہ فون تم صبح سے پاور آف ہی تھا جب اس نے چارجنگ پر لگایا تھا، پھر وہ اسے اتار کر آ گئی اور آن کرنا بھول گئی تھی۔

"آپ میسج کر دیں کہ میں گھر جا کر بات کر لوں گی "شندانہ نے کہا تھا۔

"حماد سے رابطہ ہے "طلحہ نے پوچھا تھا۔

"شاید ہے بھی یا شاید نہیں بھی "شندانہ نے کہا تھا۔

پھر طلحہ نے ٹاپک چینج کر دیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں یاور آ گیا وہ سارے بل کلئیر کر کے کارڈ بنوا آیا تھا، صبح ہوتے ہی وہ لوگ تحریم کو لیکر نکل جاتے، بچی نے ابھی یہاں ہسپتال رہنا تھا۔

کیا تم نے دیکھا ہے کبھی انتظار کا دکھ

کسی ہم راز کی ایک تصویر پاس نا ہونے کا دکھ

ان دو آنکھوں میں جلتی محبت کا دکھ

جو جانتی ہیں کہ انتظار سراب ہے

اس دل کے شور کا دکھ

جو جانتا ہے کہ

تیرے پہلو میں کوئ اور مکین ہے

اس محبت کا دکھ جو غلط وقت پر

انجان شخص سے ہو جاتی ہے

اس ملاقات کا دکھ جو کبھی

ہو ہی نہیں پاتی

اس آس کا دکھ جو ملن کا دیا بجھاتی ہے

محبت واقعی لفظوں کی دھوکے بازی

تو نے دیکھی ہے کبھی لبوں پر مچلتی دل

کی بھوک

کیا کبھی محبت میں میں دوسرے درجے

سے سناشائ ہوئ ہے تیری

نہیں نا! تجھے صرف اپنا دل ستاتا ہے

تجھے صرف اپنی مجبوری سے غرض ہے

تو بس خاموش تماشائ ہے

انتظار کا دکھ بہت طویل ہوتا ہے

اے گمنام ہمدرد!

اتنا طویل کے محبت راہ میں رل جاتی ہے

New Era Magazine

سمل نے طلحہ کو میسج کیا تھا۔

"تو شاعر بن گئی ہیں آپ" طلحہ نے فٹ سے جواب دیا تھا۔

لیکن سمل خاموش تھی، وہ آف لائن ہو گئی تھی۔

حماد دو دن سے گھر نہیں آیا تھا۔ خالد نیازی صبح جاگے تو ان کے نام پیغام تھا۔ وہ فوراً ہسپتال دوڑے تھے۔ حماد کا خطرناک ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔

****

ایک ماہ بعد حماد کو ہوش آیا تھا۔ خالدہ نے حماد کے ایکسیڈنٹ کا سنا تو ان کا بی پی لو ہو گیا تھا۔ خالد نیازی ہسپتال میں تھے۔ ان کا غرور خاک میں مل گیا تھا۔ حماد کو کافی چوٹیں آئی تھیں۔ دو تین دانت ٹوٹ گئے تھے، چہرے پر زخم آئے تھے جو ہلکی سی سرجری سے دور ہو جاتے، لیکن دو تین ماہ تک وہ سہی بول پانے کے قابل نہیں تھا۔

اسے آئی سی یو سے جنرل وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ ایک بیڈ پر حماد تھا ایک پر خالدہ تھیں۔

حماد کو ہوش میں سہی سلامت دیکھ کر ان کی طبیعت کچھ بہتر ہوئی تو خالد نیازی نے بزنس سنبھالا وہ اب صبح شام آتے تھے باقی سارا دن مصروفیت میں گزرتا تھا۔ حماد کے زخم مندمل ہو نے لگ گئے تھے، مگر مکمل طور پر صحت یاب ہونے میں وقت لگنا تھا۔

اس سارے معاملے میں اس کا اور شندانہ کا معاملہ جیسے پس منظر میں چلا گیا تھا۔حماد بولنے کے قابل نہیں تھا۔وہ زیادہ دیر نشہ آور ادویات کے زیر اثر رہتا تھا۔

شایان نیازی نے اپنے وکیل کے زریعے کافی بار رابطہ کرنے کی کوشش کی،نا حماد فون اٹھاتا تھا نا خالد نیازی پس معاملہ پیچیدہ ہو گیا تھا۔

سفینہ لاج میں رونقیں عروج پر تھیں۔یاور کی بیٹی کا نام "پریشے" رکھا گیا تھا۔پچھلے ہفتے ہی اسے ہسپتال سے واپس لے آیا گیا تھا۔نیازی خاندان کے لوگ مبارک باد دینے کے لیے چکر لگا رہے تھے۔تحریم کے میکے والے تو جنوری میں کچھ دن رہ کر چلے۔

اب عقیقے پر آتے تو وہ لازمی سب کو روکنے والی تھی۔بڑی اماں سب سے زیادہ خوش تھیں اور خوش تو سب تھے۔مگر حماد کی طرف سے مکمل خاموشی نیازی منزل کے مکینوں کو ہولا رہی تھی۔دوسری طرف حماد کا منظر عام سے مکمل طور پر غائب ہونا شندانہ کو سکون دے رہا تھا۔وہ آج کل صرف اور صرف پریشے کی طرف متوجہ تھی۔ابراہیم نے ایک دو بار رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے اپنا فون آف کر رکھا تھا۔وہ اپنے آپکو مستقبل کے لیے مکمل تیار کر چکی تھی۔اس کا زہن خالی تھا۔

شایان نیازی اس وقت بڑی اماں کے کمرے میں تھے۔

"آپ نے کہا تھا کچھ دن دیکھ لو،یہ معاملہ جوش کا نہیں ہوش کا ہے" انہوں نے بڑی کو دیکھا تھا۔

"بالکل، لیکن یہ خاموشی کا کیا جواز ہے، وکیل کو کیوں لایا ہے بیچ میں بات چیت سے معاملہ حل ہو سکتا تھا" بڑی اماں نے کہا تھا، ان کا بہت دکھی تھا۔ انہیں خالد نیازی سے اس درجہ بیوقوفی کی امید نہیں تھی۔ حماد کی خاموشی بھی معنی خیز تھی۔ بڑی اماں اور گل مئی خالدہ کو بارہا کال کر چکی تھیں مگر آگے سے کوئی فون نہیں اٹھاتا تھا۔ مشتاق نیازی کی بیگم سے بھی ایک دو بار سن گن لینے کی کوشش کی تھی انہوں نے تو کوئی غیر معمولی بات نہیں بتائی تھی، بلکہ ان کی باتوں سے لگتا تھا کہ خالدہ نے ان سے نوٹس بھیجنے کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

"ڈیڑھ ماہ ہو گیا ہے، میں کل شندانہ کے سائن کروا کر طلاق نامہ منہ پر ماروں گا اس کے وکیل کے، اور پندرہ دن میں شادی کر کے بچی کو رخصت کروں گا" شایان نیازی ٹھوس لہجے میں بولے تھے۔

"صبر سے کام لو!" بڑی اماں نے کمزور لہجے میں کہا تھا۔ حالانکہ ہمت تو ان کی بھی ٹوٹ گئی تھی۔ ایک ماہ سے نوٹس پر نوٹس آرہے تھے اور حماد کا خاندان گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھا۔

"صبر اس وقت کیا جاتا جب ہماری شندانہ میں کوئی کمی ہوتی یا پھر اولاد کا کوئی مسئلہ ہوتا، لیکن اب مزید نہیں میں اپنی بچی سے نظریں ملانے سے قاصر ہوں، بعض اوقات اپنے بہت بڑے ڈنک مارتے ہیں" شایان نیازی نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا اور اٹھ کر چلے گئے۔ بڑی اماں کی آنکھیں بہنے لگی تھیں، ان کی لاڈلی کا نصیب کیا تھا۔

تحریم سے ابراہیم کو طلاق کے نوٹسسز کا پتا چلا تھا۔اس کے تو پاوں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے ۔کل شام ابراہیم تحریم اور یاور کو اپنے گھر لے آیا جب وہ پریشے کے معمول کے چیک اپ کے بعد واپس نیازی منزل جا رہے تھے۔

وہاں وہ دوپہر کا کھانا کھا کر ہی اٹھے تھے۔

یاور درمیان میں کال سننے گیا تو تحریم نے مختصر سا احوال دیا تھا۔

"پھر کیا خیال ہے ماما پاپا کو بھیج دوں "ابراہیم نے سب سن کر صرف اتنا کہا تھا۔

"ہاں لیکن میں بتاوں گی تب،جب معاملہ بالکل ختم ہو جائے "تحریم نے کہا تھا۔

پھر یاور آ گیا تو اس نے بات بدل دی۔ابراہیم مزید شندانہ کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا مگر چپ رہا۔

"شندانہ ؟؟؟؟"ابراہیم بڑبڑایا تھا۔

"کیا زندگی مجھے ایک موقع دے رہی ہے ؟؟"ابراہیم نے سوچا تھا۔

"ہاں زندگی میں وقت کی ڈور تمہارے دل کی خواہش سے جڑی ہے "وقت نے کہا تھا۔

محبت دلکش ہم نوا میری

جو ہر انداز بیاں سے

عیاں میری

ہم گر کچھ کہتے نہیں

محبت فقط صدا میری

اب تو شہر جاناں میں پڑاو

کا فائدہ پہنچایا جائے

اب تو اس غریب محبت کو

وصل کا اذن سنایا جائے

جانے کتنے سجدے ہیں جو

باقی ہیں

جانے کتنی علتیں ہیں جو

تمام ہوں گی

محبت کا موسم آیا ہے

خزاں رسیدہ جدائی

رخصت ہو رہی ہے

پلکوں میں لرزتے سائے

بے چین ہیں

کہ اقرار سماعت ہو

محبت دلکش ہم نوا میری

New Era Magazine

خالد نیازی کو شندانہ کے سائن شدہ پیپرز مل چکے تھے۔اس نے خلع کا مقدمہ درج کیا تھا۔اب اگر تین نوٹسز پر کوئی نا جاتا تو قانون کے مطابق طلاق ہو جاتی۔حماد کچھ ماہ تک چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھا۔آج ضد کا اختتام ہوا تھا، گر وہ محبت میں ناکام تھے تو نیازی منزل کی بیٹی بھی رہی تھی، چاہے پچھلی نسل سے نا سہی اس سے سہی۔

لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ شندانہ تو سرے سے حماد میں Interested نہیں تھی۔اسلیے جو رشتہ اتنی جلدی اور خاموشی سے طے پایا تھا وہ بالکل خاموشی سے ٹوٹنے والا تھا۔

"تم بہت بد تر ہو مخالفت میں" کہیں اندر سے آواز آئی تھی۔انہوں نے سر جھٹکا اور کام میں مصروف ہو گئے۔وہ نہیں جانتے تھے کہ حماد موت کے دھوکے سے تو زندگی جیت آیا تھا، مگر اپنے باپ کے دھوکے سے وہ کبھی کھل کر مسکرا نہیں سکے گا۔بے شک وقت ہر چیز کا مرہم ہے مگر یہ زخم بہت گہرا اور جان لیوا تھا، سب سے تکلیف دہ بات یہ تھی کہ یہ زخم اس نے دیا تھا جس نے اپنے خون سے حماد کو سینچا تھا اور وہی شخص اب اس کی خواہش کو لہولہان کر رہا تھا۔

شایان نیازی یاور کے پاس فارم ہاوس میں آئے تو وہ احتراماً کھڑا ہو گیا۔

"شندانہ کے لیے لڑکا ڈھونڈو برخوردار" صوفے پر بیٹھتے ہوئے وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولے تھے۔

"مل جائے گا" یاور نے کہا تھا۔

"لیکن مجھے جلدی ہے، ان پندرہ دنوں میں بڑی شان و شوکت سے رخصت کروں گا" انہوں نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔

"تو کیا اتنی جلدی میں لڑکا زمین سے اگے گا" یاور ٹیڑ ہوا تھا۔

"جی نہیں، تم ڈھونڈو گے، بھائی کس کام کے ہو" انہوں نے کہا تھا۔

"ہاں ڈھونڈھ تو لوں گا لیکن کیا گارنٹی ہے کہ وہ آپکو پسند آئے" یاور تپا بیٹھا تھا۔

"آئے گا پسند، جو پسند تھا اس کو دیکھ لیا ہے۔اب کی بار معاملہ اور ہے" انہوں نے کہا تھا۔

"تو پھر آپ ابراہیم کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے ہیں؟ جس نے چپ چاپ ہمارے فیصلے کا احترام کیا شدید محبت رکھنے کے باوجود شندانہ کے راستے میں کبھی نہیں آیا، حتیٰ کہ تحریم سے ملنے بھی وہ نہیں آتا۔خاندان اچھا ہے، جاب اس کی یہیں ہے فی الحال، جس عیب کی وجہ سے ہم نے اسے ریجیکٹ کیا تھا اب وہ اب عیب تو ہماری بیٹی میں بھی ہے، مرد کا گناہ بخش دیا جاتا ہے ،عورت بے قصور ہو کر بھی ساری زندگی تاوان بھرتی ہے" یاور نے کہا تو شایان نیازی کنگ رہ گئے۔اس ساری عجیب صورتحال میں انہوں نے سوچا تک نا تھا کہ شندانہ کو طلاق ہو گئی تھی۔

"تو کیا ابراہیم نے تم سے کچھ کہا ہے؟" وہ مخاطب تھے۔

نہیں کچھ باتیں محسوس کرنے کی ہوتی ہیں۔آپ بے فکر رہیں شندانہ وہاں خوش رہے گی۔اور وہاں اسے کوئی طعنے بھی نہیں دے گا، ورنہ کسی اور جگہ شادی کر کے ہمیں کیا گارنٹی ملے گی کہ وہ خوش رہے گی یا نہیں" یاور نے کہا تھا۔

"اچھا تم ابراہیم سے کہو آج شام فارم ہاوس میں مجھے ملے، لیکن اس کا کسی کو پتا نا چلے، میں شندا نہ کو سرپرائز دینا چاہوں گا" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

یاور بھی مسکرا دیا تھا۔

خزاں نے رخصت ہونے کا اذن دیا ہے

سردی نے گرم جوشی سے استقبال کیا ہے

ہوا نے خیر مقدم کہا!

اور دل نے صرف اتنا کہنا ہے

یہ موسم کی رت تو صدا رہتی نہیں ہے

مگر تم ساتھ رہنا ہم نفس

چاہے دھوپ ہو یا چھاوں

چاہے اندھیرا ہو یا سویرا

بس تم ساتھ رہنا ہم سفر

بس میں نے بھی دل سے وحشت کو

خزاں رسیدہ پتوں میں دفن کر کے

New Era Magazine

رخصت کر دیا ہے

بس خوشی کھلنے کو ہے

یہ انتظار کی شدت کم ہو گی اب

جب ملیں گے ہم تم

کسی دھند والی صبح کو

اس مقدس زمین پر

ہر رنجش سے دلوں کو دھو کر

ہم ایک دوسرے کی محبت

کا شہر آباد کریں گے

ہم محبت کی کہانی میں

صدا شاد رہیں گے

شندانہ کو پیغام موصول ہوا تھا۔ سینڈر کا نام پڑھ کر اس کے لبوں پر ہنسی دوڑ گئی۔ اس نے ابراہیم سے ابھی تک کچھ بھی ڈسکس نہیں کیا تھا۔ جانے کس یقین کے تحت وہ پیغامات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھا۔

"یہ شخص بہت ہی کوئی ظالم ہے" وہ بڑبڑائی تھی۔

ابراہیم آفس میں تھاجب اسے یاور کی موجودگی کا پتا چلا تھا،وہ حیران ہو گیا تھا۔پہلی فرصت میں ہی وہ آفس سے اٹھ کر آیا تھا۔

سلام دعا کے بعدان کے درمیان خاموشی تھی۔

"ابراہیم میں تم سے کچھ اہم باتیں کرناچاہتاہوں،اورامید کرتاہوں کہ تم برانہیں مانوگے" یاور نے سنجیدگی سے کہا۔

وہ لوگ پیدل ابراہیم کے گھر جارہے تھے،ابراہیم کاآف ٹائم تھا۔

"کیاضروری ہے؟؟؟تم سب کہہ سکتے ہوبےفکر رہو"ابراہیم نے تسلی دلائی تھی۔خاکی وردی میں وجاہت مزید نمایاں ہونے لگتی تھی۔

یاور پھر بولنے لگا تھا۔پہلے دن سے لیکر آخر تک کے تمام معاملات اوراب موجودہ صورتحال۔

"میرامطلب تمہاری بےعزتی کرنانہیں تھا۔اورناہی میں تم سے کوئی فیور چاہتاہوں میں صرف تم سے تمہاری مرضی پوچھنے آیاہوں اور میں یہ بھی اعتراف کرنے آیاہوں کہ ہمارا فیصلہ غلط تھا۔ہم کچھ صبر کرتے توشاید حالات آج یوں ناہوتے"یاور نے مزید کہا تھا۔

"بس کیا کہہ سکتے ہیں"ابراہیم ساری باتیں سن کر حیران تھا۔

"تم جانتے ہویاور نیازی کہ میں کیاچاہتاہوں،ورنہ تم اس وقت یہاں میرے پاس موجودناہوتے"ابراہیم نے گرما گرم چائے کاکپ اٹھالیا تھا۔

"بس یہی سمجھ لوکہ مجبوری کے تحت نظرانداز کیاتھااب اپنائیت کے تحت تم سے کہنے آیاہوں"یاور نے چاکلیٹ کیک پلیٹ میں ڈالا تھا۔

"یہ تو میری قسمت تمہیں اس در پر لے آئے ورنہ تم نے کہاں آنا تھا" ابراہیم مسکرایا تھا۔

"ہاں تمہاری قسمت، تم واقعی خوش قسمت ہو" یاور بھی مسکرا دیا تھا۔

"تو کیا تم میرے لیے ریکوئسٹ لیکر آو ہو یا حکم" ابراہیم نے کہا تھا۔

"جو تم سمجھو" یاور نے کہا تھا۔

"تو پھر ابراہیم علی خان کا وعدہ ہے کہ کل میرے والدین تمہارے گھر رشتہ لیکر آئیں گے اور اب کسی بھی قسم کی گنجائش نہیں ہے کہ دیر کی جائے" ابراہیم نے کہا تھا۔

"ضرور پھر تم رات کا کھانا فارم ہاوس میں کھانا" یاور نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ضرور جناب آپ نے تو ہمارے مطلب کی بات کی ہے" ابراہیم نے کہا اور اسے باہر تک چھوڑنے گیا تھا۔

ابراہیم دراصل شندانہ کی وجہ سے چپ چاپ مان گیا تھا۔شندانہ کوئی چیز نہیں تھی کہ ایک مرد سے دوسرے مرد کی ملکیت میں چلی جاتی۔شندانہ اس کی زندگی تھی اور وہ اس کو کسی بھی قسم کی شرمندگی سے بچانا چاہتا تھا۔اس بات کا اسے یقین تھا کہ جب تک وہ زندہ رہے گا شندانہ محفوظ ہو گی۔بس اسی چیز نے اسے شانت کر دیا تھا۔

"ابراہیم علی خان کی غیرت یہ گوارہ نہیں کرتی کہ اس کی محبت مردوں کی اناوں کی جنگ میں مظلوم ثابت ہو، بلکہ وہ زندگی کے کینوس پر خوبصورت پینٹنگ بن کر نمودار ہو" وہ بڑبڑایا تھا۔

"محبت مبارک ہو پیارے!" وقت نے کہا تھا۔

طلحہ کو مشن کے لیے بنگلہ دیش بھیج دیا گیا تھا۔جانے وہ وہاں سے کب واپس آتا۔لیکن وہ اس بار لیگل طور پر گیا تھا تو کافی سہولت میں تھا۔سمارٹ فون کی اجازت تھی کیونکہ اس نے انفارمیشن لینی اور دینی ہوتی تھی۔اور فیملی سے مختصر رابطے کی بھی اجازت تھی۔سمل سے وہ مسلسل رابطے میں تھا۔مگر دوسری طرف وہ ضد پر اڑی تھی۔سمل اور طلحہ کا رشتہ پکا ہو گیا تھا۔جیسے ہی وہ ملک واپس آتا ان کی شادی متوقع تھی۔ایسے میں سمل کے نخرے آسمانوں پر تھے۔کیوں نا ہوتے؟اسے ایسے شخص نے چاہا تھا جو لاکھوں کو منظور تھا۔جو کوئی عام شخص نہیں تھا ایک محافظ تھا،گمنام مجاہد،ملک و قوم کا ہیرو کڑیل جوان طلحہ نیازی۔

خیر سمل ایک چڑیل کا نام تھا جس کی چابی طلحہ کے پاس تھی۔وہ روتی لڑتی جھگڑتی مگر بات کرتی رہتی۔یعنی ساتھ رہنا بھی نہیں اور دور رہا بھی نہیں جاتا۔سمل تیکھی چھری تھی تو طلحہ میٹھا تر بوز۔وہ بیچارہ روز ہی چھری سے ذبح ہوتا اور پھر ہر رات سمل کی محبت سے توانا ہو کر صبح قربان ہونے کے لیے تیار۔اس کی زندگی میں دو ہی تو مقصد تھے۔ایک ملک کے رازوں کی حفاظت اور دوسرا اس نخریلی کے نخرے اٹھانا۔سمل کی غصے بھری آواز اسے لیڈی گاگا کی آواز سے زیادہ خوبصورت لگتی تو اس کی شکل اسے لیڈی ڈیانا سے بھی زیادہ حسین۔چھوٹے بال تو صرف سمل پر جچتے تھے اور نخرہ بھی طلحہ کے لیے باقی ساری دنیا زیرو ہو گئی جب سے سمل اس کی ہیروئن ہو گئی۔

"بے بے!اب بھول جاو"طلحہ نے میسج ٹائپ کیا اور روانہ کر دیا۔

"کیسے بھول جاوں؟"بلیو کرتے کے نیچے وائٹ ٹراوزر پہنے سمہل بی بی بالوں کے گھونسلے کو جوڑے میں قید کیے اس وقت رنجیدہ تھیں۔

بس طلحہ کے ایک مزاق نے ان کو تپار کھا تھا۔

"اچھا باہر جارہاہوں آکر بات کرتاہوں "طلحہ نے میسج کیااور آف لائن ہو گیا تھا۔

بس ہے ہی ایسا یہ ڈریکولا جیسی شکل ہے اس کی اپنے آپکو ٹام کروز سمجھتاہے۔آواز بالکل پھٹے ہوئے ڈھول جیسی ہے لیکن لہجہ بنا کر ایسے بولتاہے جیسے عاطف اسلم ہو، لیکن کم بخت رج کے سوہنا بھی توہے۔آنکھیں ہیں تو جیسے روشن چمکتے ہیرے، باتیں ایسی کرتاہے کہ ڈیری ملک کی مٹھاس کم پڑ جاتی ہے۔ بالکل کوک کی بوتل جیساہے زراسا تلخ لیکن زائقے میں لاجواب اور ہر وقت کی مانگ۔ سمل اب گیلری میں طلحہ کی تصاویر دیکھتے ہوئے تبصرہ کر رہی تھی۔

آیئے اس کو چھوڑ کر نیازی منزل میں چلتے ہیں،اس نے تو شام تک یہی کرناہے کیونکہ اس کے تیور بتارہے ہیں کہ انداز یہی رہے گا۔

فروی کا اخیر تھا۔فروری کو زیادہ تر محبت کے مہینے کے طور پر لیا جاتاہے۔وادی سوات میں محبت چاروں اور اپنی دھمال ڈالے رقص میں تھی۔ برف باری اور ٹھنڈی ہوائیں ویسے ہی تھیں۔

سوات میں پھر بھی کچھ بچت رہتی تھی مگر کالام اور اوراس سے آگے سردی کی وجہ سے راستے

بند ہو جاتے تھے اور کاروبار زندگی یکدم مفلوج ہو جاتا۔لوگ مری اور اسلام آباد کا رخ کرتے تھے۔ گرمیوں میں سیاحوں کی کثرت کے باعث پھر سے وادیوں میں رونق ہوتی تھی۔

شندانہ کا موڈ آج کل سنجیدہ رہتا تھا۔شایان نیازی اسے کہیں گھمانے جا رادہ رکھتے تھے۔ابراہیم سے ملاقات کے بعد وہ اور گل مکئ کہیں شندانہ کو لیکر نکل جاتے۔چونکہ پریشے بہت چھوٹی تھی اور پری میچور پچی تھی تو اس کے لیے احتیاط لازم تھی۔یاور کی اپنی مصروفیات تھیں۔ تحریم ملتان جانا چاہ رہی تھی پر بڑی اماں کا کہنا تھا کہ پریشے کا عقیقہ ہو جائے مارچ میں پھر بے شک چلی جائے۔اس نے بات مان لی تھی،مارچ لگنے میں چند ہی دن باقی تھے۔وہ میکے میں مہینہ بھر قیام کا اردادہ رکھتی تھی۔ہما کی وفات کے بعد وہ میکے نہیں جا پائ تھی۔

"اب آگے کیا ہو گا؟" تحریم نے پریشے سے کھیلتی ہوئ شندانہ کو دیکھ کر سوچا تھا۔اس کی طبیعت اب کافی بہتر تھی۔پریشے کو سب سنبھالتے تھے تو وہ دن میں ٹھیک ٹھاک ریسٹ کر لیتی،رات میں یاور بھی اس کی مدد کرتا تھا اگر پریشے جاگ جاتی۔

"کیا سوچ رہی ہیں مت سوچا کریں اتنا،اللہ میاں کو میں خط لکھ دیا ہے،اب مجھ سے اور برداشت نہیں ہوتا بس میری سزا کو مختصر کر دیں۔خط کا جواب آگیا تو عبادت دل سے کروں اور اگر نا بھی آیا تو پھر بھی کروں گی فرض جو ہے" شندانہ نے دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

"شندانہ" تحریم کو یہ بات دل پر لگی تھی۔

"وہ ہر بات کا جواب دیتے ہیں لیکن درست وقت آنے پر، تم کامل یقین رکھو تمہارے خط کا جواب آئے گا" تحریم نے اس کا کندھا تھپتھپایا تھا۔

شندانہ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پریشے کو بہلانے لگی۔ سرخ و سفید رنگت کا یہ خوبصورت وجود سب کی آنکھوں کا تارہ تھا۔

"بھابھی اس کی شکل مجھ سے بہت ملتی ہے۔ مجھے خوف آتا ہے کہیں نصیب نا میرے جیسا نکل آئے۔ میری شکل پھوپھو سے بھی بہت ملتی ہے وہ تو بہت جلد اللہ کو پیاری ہو گئیں اور میرے ماتھے پر طلاق کا داغ لگ گیا" شندانہ یاسیت بھرے لہجے میں بولی تھی۔

"تم نا اپنی بکواس بند کرو۔ اسلام میں توہمات کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہر انسان اپنا نصیب لیکر آتا ہے۔ اور تمہارا نصیب بہت شاندار ہو گا، میرا دل کہتا ہے" تحریم نے پریشے کو اس کی گود سے اٹھا کر بیڈ پر سلا دیا تھا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو" شندانہ بہت اداس تھی۔

"ایسا ہی ہو گا انشاءاللہ" تحریم نے کہا اور مسکرا دی۔

"میں چائے لاتی ہوں" شندانہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ مزید بیٹھی تو ابراہیم کا ذکر چھڑ جائے گا۔ وہ کچھ دیر رونا چاہتی تھی تاکہ اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو۔

شام قدرے سرد تھی لیکن سماں شاندار تھا۔ ابراہیم علی خان کو اس وقت دنیا حسین ترین لگ رہی تھی۔ وجاہت اور خوبصورتی میں ابراہیم یکتا تھا۔ وہ پٹھان نہیں تھا لیکن سوات کے لوگوں سے زیادہ حسین دکھتا تھا۔

محبت کے پاس تو ویسے ہی کوئی ایسا جادو ہے کہ انسان اسے پانے کی خوشی میں خود بخود ہی خوبصورت دکھنے لگتا ہے۔

محبت ایسا جادو ہے
جس کا صرف لفظ
ادا کرنے سے
دل کا سجدہ واجب ہے
مدھم ردھم ہے
ان پاکیزہ رابطوں
کا جو دل سے
دل تک ہوتے ہیں
محبت دل ہی دل
میں پنپتی ہے
لفظوں سے لپٹتی ہے
یہ چہروں سے چھلکتی ہے
یہ آنکھوں میں لپکتی ہے
یہ دامن گیر رہتی ہے
یہ شام وصل کی تمنائی

New Era Magazine

یہ محبوب سے آشنائی

محبت ایسا جادو ہے

جس کا لفظ

ادا کرنے سے

دل کا سجدہ واجب ہے

"ابراہیم علی خان کا سلام حاضر ہے "اس نے دھیرے سے کہا تھا۔

"وعلیکم السلام !"شایان نیازی متوجہ ہو گئے تھے۔

وہ اس وقت فارم ہاوس میں تھے۔

"نوجوان ! کیسے ہو ؟"انہوں نے عینک درست کی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں "اس نے جواب دیا تھا۔

"جاب کیسی جا رہی ہے تمہاری "انہوں نے پوچھا تھا۔

"اچھی جا رہی ہے "ابراہیم نے ٹائی کی ناٹ درست کی تھی۔

"بعض اوقات ہماری کسی کے بارے میں "Perception" درست نہیں ہوتی ہے،اس بات کا اندازہ مجھے ہو گیا ہے "انہوں نے مسکرا کر کہا اور اسے چائے لینے کا اشارہ کیا تھا۔

"جی "ابراہیم صرف اتناہی کہہ سکا تھا۔وہ اب کیا کہتا؟؟وہ اس موقع پر شکوو شکایات تو نہیں کر سکتا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ میں نے جلد بازی میں قدم اٹھایا۔یہ بھی جانتا ہوں کہ انجانے میں تمہارے ساتھ غلط ہوا۔لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ میری بیٹی تمہارے ساتھ خوش رہے گی" ان کا لہجہ نرم تھا۔

"آپ حکم کریں انکل،میں اسی لیے تو حاظر ہوا ہوں "ابراہیم نے کہا تھا۔

"شندانہ میرے باغ کا وہ پھول ہے جس کو میں خون جگر سے سینچا ہے۔اس کا خیال رکھنا" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں۔میں ایک فوجی ہوں وفاداری میرے خون میں شامل ہے۔آپ مجھے اپنی امیدوں پر پورا پائیں گے "ابراہیم نے کہا تھا۔

" بالکل میں جانتا ہوں،ورنہ اس وقت تمہارے سامنے نا بیٹھا ہوتا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہیں گھما پھرا کر بات سننے کی عادت نہیں ہے۔میں سیدھا مدعے پر اتر آیا" شایان بولے تھے

۔

"جی لفظوں کی گھمن گھیریاں میری سمجھ سے بالا تر ہیں نا میں ان میں خود الجھتا ہوں اور نا ہی کسی کو الجھاتا ہوں۔میں مقابل کی عزت اور رتبے کو دیکھ کر سیدھی اور صاف بات کرتا ہوں۔منا فقت اگر کبھی کرنی بھی پڑے تو میرا دل خوش نہیں ہوتا ہے،لیکن یہ زندگی ہے یہاں سب چلتا ہے "ابراہیم نے کہا اور خالی چائے کا کپ میز پر رکھ دیا۔

"شندانہ خود بچی بنی پھرتی ہے، میں تم سے وعدہ نہیں کرتا کہ وہ تمہارے بچوں کو مکمل سنبھال پائے گی لیکن میں اس بات کی گارنٹی دے سکتا ہوں کہ وہ انہیں کبھی سوتیلا نہیں سمجھے گی۔ اسے تم سے متعلق ہر رشتے سے محبت ہے" شایان نیازی اس موضوع پر آہی گئے تھے۔

"میں جتنا شندانہ کو جانتا ہوں یہ بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ کسی سے نفرت نہیں کر سکتی" ابراہیم نے پر یقین لہجے میں کہا تھا۔اور پھر شایان نیازی کو لگا کہ یہی چیز تھی جس کی انہیں متوقع داماد میں تلاش تھی۔ گھنی مونچھیں مضبوط لہجے کو مزید تقویت دیتی تھیں اور ابراہیم مقابل کو چاروں شانے چت کر دیتا تھا۔

وہ واقعی چاہے جانے کے قابل تھا۔ان کی بیٹی کی پسند ان سے لاجواب تھی یہ وہ مان گئے تھے۔

شندانہ اداس تھی۔ لیمن کلر کے جوڑے میں چہرے پر ملال سا تھا۔ حسن شاید سوگواری میں زیادہ اچھا لگتا ہے اس لیے اکثر حسین چہرے اداس رہتے ہیں۔ حماد سے رشتہ اگر ٹوٹنا ہی تھا تو بنا کیوں تھا۔وہ اس سارے چنگل میں چکرا کر رہ گئی۔

"مطلب حماد ایسا لگتا تو نہیں ہے لیکن سگنیچر تو اس کے ہیں،اس کی خاموشی معنی خیز ہے،ایسا کیسے ہو سکتا ہے" شندانہ نے سوچا تھا۔

"بس اب میں نے پڑھائی کرنی ہے اور اس کے بعد جاب" شندانہ نے سوچا تھا۔ محبت، شادی یہ سب قسمت سے ہوتا ہے۔

"پاپا ہم لوگ یہ سب جلدی کر رہے ہیں" یاور نے کہا وہ اکثر اوقات انہیں پاپا ہی کہتا تھا، سیاہ جوڑا پہنے اس کے ماتھے پر بل نمایاں تھے۔

"کیوں تمہارا ارادہ بدل گیا کیا؟؟؟" انہوں نے طنزیہ پوچھا تھا۔

"نہیں اگر قانوناً طلاق ہو جائے تو پھر اس چیز کو آگے بڑھایا جائے" حماد نے کہا تھا۔

"پہلی پیشی گزر چکی ہے، دوسری پیشی کل ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ حماد آئے گا، فیصلہ سنا دے گی تو آرام سے سب ہو جائے گا" شایان نیازی بولے تھے۔

"حماد کیا کر رہا ہے سب، مجھے دکھ ہوتا ہے" یاور کے لہجے میں تاسف تھا۔

اگلا دن سفینہ لاج میں روشن تھا۔ ابراہیم علی خان کا رشتہ لیکر تنویر علی اور فرازیہ بیگم آئے تھے ۔ابراہیم ساتھ نہیں تھا، بچے اس کے پاس تھے۔ شندانہ اس سب سے بے خبر تھی۔ تحریم چائے لائی تو پیچھے سے وہ بھی حلیہ درست کر کے ملنے آ گئی تھی۔ اور چند منٹ بیٹھ کر چلی گئی تھی۔ فرازیہ بیگم نے غور سے دیکھا تھا۔ وہ بلاشبہ ہما سے زیادہ حسین تھی۔ سادگی میں حسن اور بھی جچتا ہے یہ شندانہ کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا۔ سرخ جوڑے پر سفید شال واللہ وہ قیامت لگ رہی تھی۔

نیازی منزل میں پر تکلف استقبال کیا گیا تھا۔ انہیں دوپہر کے کھانے تک روک لیا گیا۔

"مجھے تو بہت خوشی ہوئی جب ابراہیم نے کل شام میں مجھ سے بات کی" تنویر علی خان نے شایان نیازی سے کہا تھا۔

"مجھے ابراہیم ذاتی طور پر پسند تھا لیکن ایسا ممکن نہیں تھا، پھر بس بیٹی کی منگنی ہو گئ۔ آپ کے خاندان میں اچانک حادثہ ہو گیا" شایان نیازی بولے تھے۔

"جی سب کچھ آپ کے سامنے ہے ہمارا خاندان ہمارا لڑکا اس کی نوکری اور ہمارا ذریعہ معاش، سفینہ لاج کسی طور نیازی منزل سے کم نہیں ہے اور جہاں تک رہ گئ بچوں کی بات تو اس کی آپ فکر نا کریں ہماری طرف سے کوئ زبردستی نہیں کی جائے گی کہ شندانہ ان کو پالے" تنویر علی خان بولے تھے۔

"جی زندگی ایسی ہے ہم سوچ کچھ اور رہے ہوتے ہیں اور ہو کچھ اور جاتا ہے، انسان بے بس ہے تقدیر کے آگے وہ سمجھ نہیں پاتا کہ قدرت اسے کیا اشارے دیتی ہے وہ بس کرتا چلا جاتا ہے اور آخر میں ہوتا وہی ہے جو اس نے لکھ رکھا ہوتا ہے" شایان نیازی بولے تھے۔

"آپ نے بچی سے رضامندی لے لیں پھر ہم کسی دن منگنی طے کر لیں گے" بہت اچھا تاثر پا کر تنویر علی خان بولے تھے۔

"جی بات تو آپ کی ٹھیک ہے لیکن میں شادی جلد کرنا چاہوں گا، آپکو شاید ابراہیم نے بتایا ہو گا ہمارے خاندانی اختلافات کا" شایان نیازی بولے تھے۔

"نہیں تو اس نے بس یہی کہا کہ میرے دل کی خواہش ہے آپ نے میرا رشتہ پکا کر کے ہی وہاں سے اٹھنا ہے، بچی کی خلع کا مسئلہ چل رہا ہے یہ سرسری سا بتایا ہے اس نے مجھے" تنویر علی خان بولے تھے۔

"جی بس اپنے جب ایسے نکلیں تو کیا کہا جا سکتا ہے" شایان نیازی نے نظریں جھکائ تھیں۔

"جی کبھی اپنوں میں چھپا ہوا غیر پن وقت آنے پر ظاہر ہوتا ہے" تنویر علی خان بولے تھے۔

مارچ کا اخیر تھا۔اگرچہ سردی ویسے تھی پر پچھلے مہینوں سے کچھ کم تھی کچھ راستے کھل گئے تھے کچھ ابھی بھی بند تھے۔

شندانہ مہمانوں سے ملنے کے بعد اپنے کمرے میں گم تھی۔اس بات سے بے خبر کے اب کیا ہونے والا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"آجائیں" اس نے کہا اور ٹی وی آن کر لیا وہ یہ تاثر دینا چاہتی تھی کہ وہ ٹھیک تھی۔

"شندانہ!" گل مئی نے پکارا تھا۔

"جی!" اس نے کھلے ہوئے بال سمیٹے تھے۔

"کچھ کھایا تم نے صبح سے کمرے میں بند ہو" انہوں نے پوچھا تھا۔

"نہیں بس ابھی جانے لگی تھی کچن میں" شندانہ نے جواب دیا تھا۔وہ جانتی تھی جھوٹ بولے گی تو پکڑی جائے گی اور بہر حال کھانا ایسی چیز تھا جو وہ کم کم ہی چھوڑتی تھی اچھا خاصا کھانے کے باوجود وہ فٹ رہتی تھی۔

"آج پتا ہے مہمان کس سلسلے میں آئے تھے" گل مئی نے اس سے پوچھا تھا۔

"کس سلسلے میں" شندانہ نے پوچھا تھا۔

"ہم ابراہیم کو داماد بنانا چاہتے ہیں اس سلسلے میں" اگل مئی بولی تھیں۔

"کیوں؟ مجھ سے پوچھا کسی نے میں کوئی بھیڑ بکری ہوں کیا؟"وہ چیخی تھی۔

"کیا مطلب بیٹا آپ سے پوچھنے تو آئی ہوں اور کیا آپ کے دل کی خواہش نہیں ہے یہ "گل مئی بولی تھیں۔

"ہاں تھی اب نہیں ہے،اور اسے اپنی توہین بھول گئی ہے جو رشتہ بھیج بیٹھا ہے "شندانہ نے چیختے ہوئے کہا تھا۔

"تو اس سے کیا ہوتا ہے، تم بس نارمل ہو جاو "گل مئی بولی تھیں۔

"کیا نارمل ہونا اتنا آسان ہے؟"شندانہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"نہیں آسان نہیں ہے؟"انہوں نے شندانہ کو گلے لگا لیا تھا۔

"تو کیا میں بھیڑ بکری ہوں جو ہانک دی جاوں "شندانہ نے کہا تھا۔

"کیوں، تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟"گل مئی بولی تھیں۔

"ماما میں شادی نہیں کرنا چاہتی، بس ابھی نہیں "شندانہ نے کہا تھا۔

"بیٹا اس سارے مس ّلے کا حل شادی ہے تم ابراہیم کے ساتھ رہو گی تو ٹھیک ہو جاو گی، بلا وجہ لوگوں کی باتوں سے بچی رہو گی "گل مئی نے کہا تھا۔

"ماما"شندانہ چپ تھی۔

سوات میں بہار آنے والی تھی اور ساتھ ابراہیم کی زندگی میں بھی۔آج کل مسکراہٹ لبوں سے جدا نہیں ہوتی تھی۔

وہ واک پر نکلا تھا، برف کی موٹی تہہ اب ذرا کم تھی۔ درختوں میں کہیں کہیں سبزہ دکھنے لگا تھا۔ لانگ کوٹ پہنے منہ سے دھوئیں کا مرغولہ چھوڑتے ہوئے وہ دلکش دکھتا تھا۔ سفید چہرہ سرخ تھا اور قدموں میں روانی تھی۔ قسموں کے نیچے پھسلتی ہوئی برف بہت شوخ تھی۔ وہ پھسلنے لگتا تو سنبھل جاتا تھا۔

پھر اس نے رخ موڑا اور واپس چل پڑا۔ وہ اس جگہ پر جنگل میں جانا چاہتا تھا جہاں ان کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ ملاقات کا سوچتے ہی اسے کے لبوں پر دلکش مسکان پھیل گئی۔

"جنگلی بلی غصے میں ہے" وہ زیر لب بڑبڑایا تھا۔ وہ وادی کے دوسرے سرے پر پہنچا تھا۔ درختوں کے جھنڈ میں زمین پر ہلکی ہلکی سفیدی تھی۔ اس نے اپنے بال پیچھے کو کیے وہ بہت خوبصورت دکھتا تھا۔

"کیا انسان اتنا خوبصورت ہو سکتا ہے؟" اس کو دیکھ کر سچ مچ یہی خیال آتا تھا۔ وہ اتنا دلکش تھا کہ جھیل سیف الملوک کی پریاں اس کی آمد کی خوشی میں دلکش رقص کر سکتی تھیں، اور ہاں وہ اتنا خوبصورت تھا کہ جھیل سیف الملوک کی پریاں اپنا رقص چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو سکتی تھیں۔

چلتے چلتے وہ وہاں آکر رک گیا تھا جہاں وہ ملے تھے۔

اسے یکدم سامنے دوپٹے میں ایک ہیولہ نظر آیا اس نے دوپٹے کو آگے سے پکڑنا چاہا تو سب غائب تھا اس نے سر جھٹکا اور مسکرا دیا۔

یہ پہاڑی حسینہ پورے ابراہیم علی خان کو لے چکی تھی۔اوراس بات کی ابراہیم کو تو بہت خوشی تھی۔کہاں وہ صنف نازک سے بھاگتا تھااور کہاں اب اس کے خیالوں میں مگن اور خوش تھا۔

کبھی آسہی میرے ہم قدم
کوئی شام کر بسر میرے گاوں میں
کہیں دیپ جلیں کہیں کہکشاں
کہیں سرور ملے ان نگاہوں میں
وہ جو لپٹتے تھے راہ میں
وہ سوال اب بھی ہیں نگاہ میں
کہیں آشنا کہیں اجنبی
میری دنیا ہے بس تھمی ہوئی
کہیں محبت قدموں کی دھول ہوئی
وہ جو ہاتھ تھاما تھا سر شام کبھی
وہ لمس اب بھی ہے یہیں کہیں
کبھی آسہی میرے قدم
کوئی شام کر بسر میرے گاوں میں

شندانہ نے ڈائری کھولی تو اسے اپنی بہت پرانی لکھی ہوئی نظم ملی تھی۔

"وہ کیا بے فکری کے دن تھے۔۔"وہ بڑبڑائی تھی۔اب تو کب سے اس نے لکھنا ہی چھوڑ دیا تھا

۔

اس کی زندگی میں سب کچھ تہس نہس دو مردوں کی وجہ سے ہوا تھا۔اسے بیک وقت ابراہیم اور حماد دونوں پر بہت غصہ تھا،شدید غصہ تھا۔ایسا غصہ کہ وہ دونوں سامنے ہوتے تو اسی وقت وہ انہیں ہزار کوڑے لگانے کی سزا دیتی اور ایک کوڑا کو وہ دس کے برابر رکھتی وہ دونوں جب مار کھا کھا کر بے حال ہو جاتے تو وہ پھر سے سزا سناتی اور یہ تب تک چلتا رہتا جب تک وہ دونوں اس سے محبت کا انکار کرتے، خیر ایسا کرنا تو ناممکن ہی تھا۔

"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے،ابھی بھی میں قانونی طور پر حماد کی بیوی ہوں"اسے جانے کیا سوجھی کہ جھٹ سے خاموشی توڑ دی تھی۔

دوسری طرف شاید ابراہیم فارغ بیٹھا تھا۔

"ہاہاہاہا"اس کا جواب دل جلانے والا تھا۔

"یہ شخص کبھی نہیں سدھرے گا"شندانہ بڑبڑائی اور فون آف کر دیا۔

دوسری طرف ابراہیم ابھی بھی قہقہے لگا رہا تھا۔وہ شندانہ کے غصے کو سمجھ گیا تھا۔من پسند شخص کے دیر سے ملنے پر اسے غصہ تھا۔اس کے غصے میں ناز تھا کوفت نہیں تھی،محبت تھی بے زاری نہیں تھی،مان تھا ناراضگی نہیں تھی۔اس نے اب مسکراتے ہوئے ہی سونا تھا۔

لندن میں موسم بہار شروع ہونے والا تھا۔اپریل کے اخیر دن تھے۔ عروہ اور نوشیر واں واپس آ چکے تھے۔

آکسفورڈ روڈ ویسے ہی تھا پر رونق ہنگامہ پرور۔

"میں سوچ رہی تھی کہ کیفے سے اوپر ہم ریسٹورنٹ بنا لیتے ہیں" عروہ نے کہا تھا۔

"سب ہو جائے گا تم بس خوش رہو" نوشیر واں نے اسے دیکھا تھا۔

"تم کتنی دیر لگاتے ہو کافی بناتے ہوئے" وہ بولی تھی۔

"ہاں دل سے جو بناتا ہوں" نوشیر واں نے کہا تھا۔میری نے غور سے اسے دیکھا تھا۔ایسا لگا جیسے ہما نے کہا ہو۔

بعض لوگ نہیں مرتے وہ زندہ رہتے ہیں کبھی یاد بن کر تو کبھی دل میں اتر کر اور کبھی شخصیت بن کر ہم میں، ہما نے بھی ان کی زندگی میں ایسے ہی رہنا تھا۔

لندن ہسپتال میں آئیں تو سفید کاٹن کی قمیض شلوار میں موجود وجود تیزی سے بروئے صحت تھا ۔حماد کی طبیعت اب بہتر ہونے لگی تھی۔وہ کچھ لفظ بول لیتا تھا۔ جیسے کھانا پانی مانگ لیتا اور واش روم جانے کا کہتا۔اسے حیرت تھی کہ اسے پاکستان سے پوچھنے کوئی بھی نہیں آیا تھا۔اس نے کئی بار پوچھنے کی کوشش کی مگر اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

آج اس نے اپنا فون مانگا تھا۔خالدہ نے ہینڈ بیگ میں رکھا اس کا فون اسے فوراً دیا تھا۔

اس نے شندانہ کے نمبر پر میسج کیا مگر کوئی جواب نہیں ملا تھا، ملتا بھی کیسے اس کا نمبر جو بند تھا۔ پھر ڈاکٹر نے اس کو غنودگی کا انجیکشن لگادیا تھا۔

عدالت کی تیسری پیشی پر بھی حماد پیش نا ہوا تو پھر یک طرفہ فیصلہ سنادیا گیا، اور یوں شندانہ آزاد ہو گئی۔

کیا فیصلے ہوتے ہیں قسمت کے کبھی جوڑتے ہیں تو کبھی توڑتے ہیں۔ بہر حال رشتہ ٹوٹنا اداس کر دیتا ہے چاہے ان چاہا رشتہ ہی کیوں نا ہو، دل تو اداس ہوتا ہے، شندانہ کا بھی ہو گیا تھا۔

سنو پھولوں سے کیا رشتہ ہے
گلاب جیسی لگتی ہو
چاند سے کیا رشتہ ہے
روشنی جیسی لگتی ہو
پرندوں سے کیا رشتہ ہے
کوئل جیسا بولتی ہو

شندانہ کو ابراہیم کا میسج ملا تو وہ مسکرادی مگر اس نے جواب اپنے پاس محفوظ ہی رکھا تھا۔

مئی لگ چکا تھا۔ابراہیم، طلحہ اور خاور کی شادی کے دن رکھے جا چکے تھے۔تینوں کی شادی سوات میں ہی تھی۔ گرمیوں میں یہاں کا موسم شاندار ہوتا تھا تو اس وجہ سے شادی رکھی گئی تھی۔ پھر سچوئیشن کچھ اس طرح کی بن گئی تھی کہ شادی رکھنی پڑی تھی۔

شندانہ اور ابراہیم کے درمیان اب لڑائی نہیں رہی تھی مگر بات چیت بھی نہیں تھی۔شندانہ نے حالات کے آگے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور تن دہی سے شادی کی تیاری کرنے لگی تھی کیونکہ شادی زندگی میں ایک بار ہی ہوتی ہے۔اور وہ بھی من پسند انسان سے ہو تو کیا ہی بات ہوتی ہے۔اندر سے تو وہ خوش تھی مگر ظاہری طور پر وہ کچھ نخرہ دکھاتی تھی۔

"اللہ اللہ کیا سب لڑکیاں ہی اتنی خوش ہوتی ہیں یا صرف میں ہوں" سمل کی تو خوشی ہی کچھ زیادہ تھی۔

"سب خوش ہوتی ہیں مگر تمہاری طرح پاگل بن کر اظہار نہیں کرتی ہیں" رضا نے کہا تھا۔

"بس دفعہ ہو جاؤ تم" سمل بڑبڑائی اور ابٹن اتارنا شروع کیا۔

یہ محبت بھی کیا چیز ہے جس نے سمل جیسی چڑیا کو ایک مشرقی لڑکی بنا دیا تھا۔

"جتنی بھی کوشش کر لو تم نے بالکل اچھا نہیں لگنا" رضا نے مزید چڑایا تھا۔

سمل نے اسے منہ چڑایا اور واش روم چلی گئ۔

"یہ کیسا شخص ہے، ہماری شادی ہونے والی ہے اور اسے کوئ پروا نہیں ہے" سمل منہ دھوتے ہوئے بڑبڑائ تھی اسے پتا تھا کہ طلحہ نے ساری زندگی ایسے ہی رہنا تھا۔ جو اس کے ساتھ گزرتی وہی زندگی تھی چاہے جیسی بھی ہوتی۔

"کیا تمہاری بلی بھی شادی میں شرکت کے لیے سوات آئے گی" خاور نے علینہ سے پوچھا تھا۔

"یہ بھی کوئ پوچھنے کی بات ہے، اس کے بغیر میرا فوٹو شوٹ کیسے مکمل ہو گا" علینہ کھلکھلائ تھی۔

"ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا" خاور نے کہا تھا۔

"اچھا امی بلا رہی ہیں اور ہاں اب مجھے فون مت کیجیے گا" علینہ نے کہا اور کال کاٹ دی تھی۔

"یاور کیانی تمہیں اب بلیوں کو تو برداشت کرنا ہی ہو گا کیونکہ بیاہ کر وہ میرے ساتھ ہی جائیں گی"

علینہ نے سوچا اور مسکرادی تھی۔

میکائیل لوگ بھی ابراہیم کی شادی میں شرکت کر رہے تھے۔ سیما نہیں آسکتی تھیں انہوں نے معذرت کرلی تھی۔ بس قریبی دوست و اقارب مدعو تھے۔ مئی کے آخر میں شادی تھی۔ مہندی کا فنکشن خاور کی طرف سے تھا، بارات کا ابراہیم اور ولیمہ کا طلحہ کی طرف سے۔ جہیز لینے سے بھی تینوں طرف سے انکار تھا۔ اس لیے شادی کی تیاریوں میں بہت آسانی تھی۔ بس دلہنیں اپنی مرضی کے ڈریس اور زیورات یا تحفے تحائف جو بھی ان کو ملتے وہ ہی لا رہی تھیں۔

شادی کے فنکشنز چونکہ فارم ہاوس میں ہی ہونا تھے تو اصل رونق نیازی منزل میں ہی تھی۔ سب سے زیادہ مہمان شایان نیازی نے ہی بلا رکھے تھے۔ کیونکہ وہ خالد نیازی کو دکھانا چاہتے تھے کہ ان سے رشتہ توڑ کر وہ بھی خوش ہی تھے۔

شندانہ پر کیا ٹوٹ کر روپ آیا تھا۔ کچھ مہمان تو آ چکے تھے اس لیے شندانہ کو اب مایوں بٹھا دیا گیا تھا۔

گل مکئ اس کے لیے پتا نہیں کتنے ڈیزائن کے پہلے اور لیمن کلر کے جوڑے لے آئ تھیں، روز رات میں ڈھولک بجتی تھی۔ تحریم نے سب کو پنجابی ماہیے ٹپے سکھا دیئے تھے خوب موج میلہ ہوتا تھا۔

"ویسے خوشی انگ انگ سے پھوٹ رہی ہے، مگر مجال ہے جو میڈم زرا ہوا لگوائے، ایکٹنگ بہت کر رہی ہو" تحریم نے شندانہ سے کہا تھا۔

"بس کریں بھابھی، سب مہمانوں کے سامنے اب کیا تماشا لگایا جائے" شندانہ نے منہ جھکا کر کہا تھا۔

"چل جھوٹی" تحریم نے کہا اور کھلکھلائی۔

"ویسے ہم لوگوں نے سوچ رکھا تھا کہ شادی اکٹھے کریں گے چلو شکر ہے ویسی ہی ہو رہی ہے" طلحہ نے کہا تھا۔

"ہاں دیکھ لو میری تو دوسری اور تم لوگوں کی پہلی" ابراہیم نے جواب دیا تھا۔

"ویسے یہ لیڈیز کچھ لیٹ ہی ہو گئیں ہیں" خاور نے کہا تھا۔

"اوئے گھامڑ! شادی بیاہ میں یہ چلتا رہتا ہے، عورتوں کی تیاریاں کہاں ختم ہونے میں آتی ہیں" جواب ابراہیم کی طرف سے آیا تھا۔

مہندی کی رات تھی، شام میں تینوں کے نکاح ہو چکے تھے۔ہر طرف رنگ وبو کا سیلاب تھا۔

تھوڑی دیر میں ہی دولہنیں آ گئی تھیں ساتھ ہی مہندی بھی لائی گئی تھی۔اب ماڈرن شادیوں میں تو دولہن خود مہندی میں شریک ہوتی ہیں۔بس پھر رسموں کا آغاز ہو گیا تھا۔تینوں روایتی پختون لباس میں تھیں۔

"کچھ تو بولو" ابراہیم سے شندانہ کی خاموشی برداشت نا ہوئی تو اس نے کلام میں پہل کی۔

"اب دولہن بن کر تو چپ ہی بیٹھنا پڑتا ہے" شندانہ نے ہولے سے کہا تھا۔

"اچھا جی" ابراہیم نے کہا اور پھر مطمئن ہو کر چپ ہو گیا۔

سمل حسب معمول روٹھی بیٹھی تھی اور علینہ خاور کو ڈانٹ رہی تھی۔

لڑکے لڑکیوں نے خوب رونق میلہ لگایا تھا آخر میں دولہوں نے اسٹیج کی رونق بڑھائی اور خوب ناچے رات گئے ہنگامہ تھما تھا۔

تووہ دن آہی گیا تھاجب شندانہ کو نیازی منزل چھوڑنی تھی۔اور وہ بھی من پسند انسان کے لیے ایک ایساانسان جس نے اسے پہلی بار متوجہ کیا تھا۔جس کی وہ اسیر تھی۔

ڈیپ ریڈ لہنگے میں ملبوس شندانہ کے دل کی دھڑکنیں بہت اودھم مچارہی تھیں۔وہ حقیقتاً نروس تھی۔ابراہیم کوئی انجان تو نہیں تھا مگر وہ عروس شب تھی اوراس صورتحال میں مشرقی فطرت آڑے آرہی تھی۔

گل مکئی کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ان کی گڑیااب بڑی ہو گئی تھی اتنی بڑی کہ وہ ساجن کے گھر جارہی تھی۔

ستواں ناک میں ڈلی نتھ جگمگ کررہی تھی۔گھنی پلکیں باربار لرز رہی تھیں۔

انہوں نے بے ساختہ ماشاءاللہ پڑھا تھا۔

"ماما"شندانہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"آہ اتنا پیارا میک اپ خراب ہو جائے گا،اور ہاں جس دن کے لیے تم نے اتنا انتظار کیا اور اس دن کو خراب کرو گی فنکشن تک صبر کرو پھر کھل کر رونا تم" گل مکئ نے کہا تھا۔شندانہ مسکرا دی تھی۔وہ اتنا میک اپ نہیں کرتی تھی بس یہی بات بار بار دوہراتی کہ وہ جب دولہن بنے گی تب ہی میک اپ کرے گی۔

"اللہ اللہ کیا زمانہ آ گیا ہے،اب بلیاں بھی میک اوور کرنے لگی ہیں" یاور نے اسے م چڑانا چاہا تھا

۔

"بھائ ی ی۔۔۔"وہ سب کچھ بھول کر لڑنے لگی تھی۔

"شندانہ اللہ تمہیں خوش رکھے تمہیں دنیا بھر کی خوشیاں عطا ہوں،تمہارے دل کا ہر کونہ خوشیوں سے بھرا رہے۔تم آباد رہو" یاور نے اسے گلے سے لگا کر دعا دی تھی۔

"ابھی چند گھنٹے ہیں اتنا ایمو شنل ہونے کی ضرورت نہیں ہے" وہ چہکی تھی۔

"ہاں میں تو بس اداکاری کر رہا تھا،اب سے نیازی منزل میں سکون ہوا کرے گا،لو جی خس کم جہاں پاک" یاور نے کہا تھا۔

شندانہ نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔کمرے میں موجود فرحین شندانہ کے ایکسپریشنز کیمرے کی آنکھ میں دھڑا دھڑ محفوظ کرنے میں مگن تھی۔

"باہر انتظار ہورہاہے دولہن صاحبہ آپکا" تحریم اندر داخل ہوئی۔اس نے اپنی بارات کا جوڑا زیب تن کرر کھا تھا۔

"ماشاءاللہ چشم بدور" شایان نیازی نے کہا تھا۔

یہ ریت ہے صدیوں سے

یہ ہے بچپن کی سیکھ سہانی

کہ ہر لڑکی کو دولہن بن کر

جاناہی ہوتا ہے

"پاپا" شندانہ بے ساختہ ان کے گلے لگی تھی۔

"میرا بچا" انہوں نے اس کی پیشانی چومی تھی۔

سرخ جوڑے میں

سیاہ زلفوں کا ہالہ

ایک دلچسپ منظر بن رہاہے

وہ سامنے پلکیں جھکائے

سہج دھج کر قدم اٹھاتی لڑکی

رشتہ میں میری دولہن

لگتی ہے

ابراہیم نے سامنے دیکھا آف وائٹ شیروانی میں ملبوس کھڑا وہ دیوتا اس کے دل کا مکین تھا

تجھ سے محبت میں

دل نے یہ انداز چرایا ہے

آج تیرے لیے رنگ وروپ

سجا کر دل مجھے

تیری دہلیز پر لایا ہے

تجھے اپنا سمجھنے والا

میرا دل ہے

ابراہیم نے جب ہاتھ تھاما تو ماحول میں اندھیرا چھا گیا۔ دولہا دولہن ہی روشنی میں فوکس تھے۔

شندانہ کی ہتھیلی میں پسینہ پھوٹ پڑا تھا کہ ابراہیم کے ہاتھ تک نم ہو گئے تھے۔

پھر علینہ کو لایا گیا وہ بھی سرخ لہنگے میں ملبوس تھی مگر اس کا شیڈ مختلف تھا۔

خاور کی نگاہیں علینہ پر سے ہٹتی نہیں تھیں۔ابراہیم اور طلحہ کی بھی شادی تھی ورنہ وہ خاور کی بہت واٹ لگاتے۔

سب سے آخر میں سمل آئی تھی۔ہر وقت جوش و خروش سے دوڑتی بھاگتی یہ لڑکی اپنی زندگی کے اس موقع پر نروس تھی۔تینوں اپنی جگہ حسین لگ رہی تھیں۔خوشیوں کا سماں شاندار تھا۔ پھر روشنیاں جلادی گئیں

اور ساتھ ہی شہر محبت میں چراغاں شروع ہو گیا جو آج ساری رات جاری رہنا تھا۔بیک گراونڈ آف وائٹ اور سرخ گلابوں سے مزین تھا اور کیا دلکش تھا۔

"اور میری دعا ہے کہ خدا ان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔لفظ امن کا میم کی زندگی میں ہمیشہ رہے۔وقت کی برکت ان کے ساتھ ہو اور خدا کی رضا کے ساتھ یہ شاداں و فرحاں رہیں آمین "میں نے قلم کی روانی بڑھائی تھی۔

"ثم آمین". وقت نے اپنی موجودگی کی مہر ثبت کی تھی۔

"ارے بس کرو اور اتنا رو گی، صبح لے جاوں گا اماں ابا کے پاس "ابراہیم نے سجی سنوری شندانہ کو دیکھ کر کہا تھا۔ رخصتی کے بعد سے اب تک وہ مسلسل رو رہی تھی۔ وہ کینٹ میں تھے۔

"کتنا مشکل ہے سب سے دور رہنا" شندانہ نے پھر سسکی لی تھی۔

"ہاں لیکن اب اگر تم روئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا" ابراہیم نے کہا تھا۔

"بھوک لگی ہے" سرخ جوڑے میں ملبوس دلکش دولہن نے کہا تھا۔

"اوکے میں کھانا لیکر آتا ہوں تم رونے مت بیٹھ جانا" ابراہیم نے کہا تو شندانہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ویسے تصاویر تو تم بھی اچھی بنا لیتے ہو" ایک گھنٹے سے بیڈروم میں سمل نے فوٹو شوٹ شروع کر رکھا تھا۔

"اور کتنی تصاویر بنواو گی" طلحہ زچ آگیا۔

"جب تک دل چاہے گا" سمل نے کہا تھا۔

"ظالم عورت" طلحہ بڑبڑایا۔

"اچھا یہ لاسٹ پھر تم مجھے منہ دکھائی دینا" سمل کھلکھلائی تھی۔

"کوئی منہ دکھائی نہیں ہے" طلحہ نے غور سے عروسی لباس میں سجی دولہن کو دیکھا تھا۔

"ویسے وہ سو تو گئی ہو گی" علینہ نے کوئی ایک سو بیس بار خاور سے پوچھا تھا۔

"ہاں سو گئی ہے" خاور نے بدمزہ ہو کر کہا تھا۔

"ویسے مجھے یقین نہیں آرہا کہ ہماری شادی ہو گئی ہے" آئینے میں دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"لیکن مجھے آگیا ہے" ڈیپ ریڈ جوڑے میں دمکتے ہوئے روپ کو نظروں میں جکڑتے ہوئے خاور بولا تو علینہ شرما کر سر جھکا گئی۔

"زندگی کتنی خوبصورت ہے" ولیمے کی شام میں ابراہیم نے کہا تھا، سیاہ تھری پیس جوڑے میں ملبوس سفید ٹائی لگائے ابراہیم نے شریک حیات سے کہا تھا۔

"ہاں لیکن یہ مت بھولیں کہ میرے آپ سے شکوے بہت ہیں پورا معاف نہیں کیا" شندانہ نے ناک چڑھائی تھی۔ سلور پورے کام سے مزین جوڑا پہنے شندانہ کی چھب ہی نرالی تھی۔ چہرے پر سکون کی پرچھائیاں نمایاں تھیں

"ہاں جانتا ہوں نخریلی، نک چڑی، نازک اندام بیوی سے پالا پڑا ہے" ابراہیم نے اس کے گال پر موجود تل کو دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ویسے آپ کا علاج بخوبی معلوم ہے مجھے" شندانہ نے چہرہ سامنے کیا تھا۔

"ہاں نا" ابراہیم نے گھمبیر لہجے میں کہا تھا۔

شندانہ کی دھڑکنوں نے ہلچل مچائی تھی حنا سے مزین مخروطی ہتھیلیاں ہولے سے کانپی تھیں۔ ابراہیم کے سنگ زندگی مطمئن اور پر سکون تھی۔

ولیمہ کے اگلے دن نیازی منزل میں سب کی دعوت تھی۔

"ماشاءاللہ بہت خوبصورت لگ رہی ہو" بڑی اماں نے کہا تھا۔

"شکریہ" شندانہ نے جواباً کہا اور مسکرادی تھی۔

"بہت ہی ڈرامے باز لڑکی ہو شندانہ، کیسے غصے سے بھڑکتی تھی اور اب دیکھو کیسے خوش ہو رہی ہو" تحریم نے اس کے کان میں کہا تھا۔

"اگر منہ پھلا کر رکھتی تو آپ کو ہی اعتراض ہوتا کہ میرے بھائی کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے یہ" شندانہ نے نوز پن کو چھوا تھا۔ گلابی کام والے جوڑے میں وہ بہت دلکش لگ رہی تھی، بالوں کو اسٹریٹ کیے اس کی اٹھان ہی الگ تھی۔

"آہا بلی کی شادی ہو ہی گئی" یاور نے کہا تھا۔

"اب تو بلی کہنا بند کر دیں" شندانہ نے منہ بنایا تھا۔
"ہاں کیا کروں اب عادت ہو گئی ہے" یاور نے کہا تھا۔
"خوش تو ہے میری بیٹی" شایان نیازی نے اس کا سر تھپتھپایا تھا۔
"جی پاپا" اس نے مسکرا کر سر جھکا دیا۔
"آجائیں بھابھی آپکے دولہا آپکا انتظار کر رہے ہیں" خاور نے شندانہ کو مخاطب کیا تھا۔

"آتی ہوں" شندانہ نے کہا اور مسکرا دی تھی۔

"آہاتابعدار بیوی" خاور نے چڑایا تھا۔

حماد کی طبیعت دن بدن بہتر ہو رہی تھی۔ وہ آج ہسپتال سے گھر شفٹ ہو گیا تھا۔ پچھلے دنوں ہسپتال میں اس نے کافی بار رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر کوئی فون ہی نہیں اٹھاتا تھا۔

"ماما آخر آپ بتائیں گی کہ کیا ہوا ہے، نیازی منزل والے فون ہی نہیں اٹھاتے" حماد نے آج زبان کھولی تھی۔

"بیٹا بات یہ ہے کہ آپ کے پاپا نے طلاق کا نوٹس بھیجا تھا پھر وہاں سے رابطہ کیا گیا تو یہاں سے کوئی جواب نہیں دیا گیا تھک ہار کر انہوں نے خلع کا کیس کر دیا۔ آپ ہسپتال میں تھے میں آپ کے پاس ہوتی تھی، آپکے پاپا نے سب ہونے دیا اور یوں عدالت سے اسے طلاق مل گئی اور اب تو شادی بھی ہو گئی ہے اس کی" خالدہ بولی تھیں۔

"میرا دل کہہ رہا تھا کہ کوئی انہونی ہی ہونی ہے خیر وہ جہاں رہے خوش رہے، پاپا نے ویسے اچھا نہیں کیا" حماد نے کہا تھا۔

"ہمم لیکن اب آپ نے دل پر نہیں لیناشندانہ مجھے بھی پسند تھی بہت، خیر نصیب اسی کو کہتے ہیں کہ اتفاقات ہوتے چلے گئے" وہ مزید بولی تھیں۔

حماد نے اثبات میں سر ہلایا اور اندر چلا گیا۔
"وہ بس میرے لیے تھی ہی نہیں وہ کسی اور کی محبت تھی سوا سے مل گئ" رگ جان میں افسوس ڈورتا چلا گیا تھا۔ حماد جذبات میں آ کر کافی نقصان کر چکا تھا اب وہ اپنے آپکو پر سکون کر نے لگا تھا۔

--...................................

مہوڈنڈ ویلی میں سیف اللہ جھیل سے ہوتے ہوئے جھیل نصراللہ کے کنارے ڈونچار تک کا سفر کافی دلکش اور مسحور کن ہے

سیف اللہ اور نصراللہ جھیل کے بیچ دس منٹ کا پیدل فاصلہ ہے۔ نصراللہ جھیل سے درمیانی چال چلتے ہوئے لگ بھگ ایک گھنٹے میں ڈونچار ابشار تک رسائی ممکن ہے (راستہ ہموار ہے بچے اور خواتین بھی جاسکتی ہیں)

نصراللہ جھیل سے آگے ندی کے کنارے ٹریک میں جابجامیٹھے پانی کی چشمے،دائیں بائیں اوپر سے گرتی چھوٹی بڑی آبشاریں بھی دیکھنے کو ملتی ہے

"ڈونچار"گاوری زبان کالفظ ہے مطلب ہے"چیخ"ڈونچارابشار میں اوپر سے پانی کی ایک بڑی مقدارجب ساتھ گرتی ہے توایک چیخ سی نکلتی ہےاور ساتھ زمین بھی لرزتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

جب کبھی ٹریولنگ کرتے ہوئے مہوڈنڈ جھیل جانے کااتفاق ہواتو تھوڑی ہائی کینگ،ٹریکنگ کی غرض سے ڈونچارابشار تک ضرور جایا کریں تاکہ ٹور کامزہ دوبالا ہوسکے۔ابراہیم اورشندانہ آج ڈونچار جھیل آئے تھے۔

"ویسے تمہارااسوات بھی تمہاری طرح حسین ہے"ابراہیم نے کہاتھا۔

"ہاں ناہم لوگ خوبصورت اور ہماری وادی بھی"شندانہ نے کہاتھا۔

شندانہ کھلکھلائی تھی۔اسے ابراہیم کے ساتھ زندگی مکمل لگتی تھی۔وہ اسے اتنی مشکلات کے بعد حاصل ہواتھا۔ابراہیم کاشاندار وجود قدرت نے اس کی جھولی میں ڈالا تھا۔ہاں ساتھ میں

بچے بھی تھے۔انہیں توفی الحال فرازیہ بیگم ساتھ لے گئ تھیں۔شندانہ انہیں پاس رکھنا بھی چاہتی تھی اور نہیں بھی اس کے لیے فیصلہ مشکل ہو رہا تھا۔اگرچہ ابراہیم نے اس سے کچھ کہا نہیں تھا مگر وہ جانتی تھی کہ وہ جلد یا بدیر کچھ ناکچھ تو ضرور کہے گا،اس سے پہلے ہی وہ فیصلہ کرنا چاہتی تھی۔

"شندانہ کیا تم حماد کو ذہنی طور پر قبول کر چکیں تھیں؟"ابراہیم کی طرف سے اچانک سوال آیا تھا۔

"ہاں شاید کر ہی چکی تھی کیونکہ ہمارے ملن کا تو کوئی چانس ہی نہیں تھا"جامنی کاٹن کے جوڑے میں ملبوس شندانہ نے اسے غور سے دیکھا تھا۔

"میں بس ویسے ہی پوچھ رہا تھا"ابراہیم نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ مسکرا دی تھی۔

لاہور میں آئیں تو علینہ اور خاور کے گھر میں ٹیبل پر بڑا گرم ماحول تھا۔علینہ نے ابلے ہوئے چاول اور گھی کے بغیر دال کا سوپ بنایا تھا۔اور خاور کا مزاج برہم تھا۔

"میں کیسے کھاوں بغیر اچار کے یہ پھیکا کھانا" خاور نے خوبصورت بیوی کو دیکھا تھا۔

"کھانا پڑے گا" علینہ مزے سے چمچ بھر کر کھا رہی تھی۔

"کیوں آخر کیوں میں نے کون سا انڈیا سے ہمدردی دکھائی ہے جو یہ سزا سہوں" خاور نے کہا تھا۔

"اور خبردار جو باہر سے کچھ آرڈر کیا، بس آپکی صحت میں خیال نہیں رکھوں گی تو کون رکھے گا" علینہ نے مزید کہا تھا۔

خاور نے شریک حیات کو دیکھا اور مرتا کیا نا کرتا کے مصداق زہر مار کرنے لگا تھا۔

علینہ نے مسکرا کر خوبرو شوہر کو دیکھا اور خاور کی پلیٹ میں رائتہ ڈال دیا۔ اس آدمی کے ساتھ زندگی دلچسپ گزرنی تھی اسے یہ یقین تھا۔

"طلحہ، طلحہ، طلحہ!" زور زور سے آوازیں دینے والا کوئی اور وجود نہیں تھا سمل تھی۔

وہ بوکھلا کر کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟؟" اس نے حیرت سے دیکھا۔

"میری آنکھوں کا لائنر خراب ہو گیا ہے، پلیز اسے ٹھیک کر دو" سمل نے ٹشو سے آنکھ کی سطح لال کر لی تھی کہا تھا۔

"اففففف" بڑبڑا کر طلحہ آگے آیا۔

سمل نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"بیوٹی" وہ بڑبڑایا تھا۔

"میں نے لائنز صاف کرنے کے لیے بلایا ہے تعریف کروانے کے لیے نہیں" سمل چیخی تھی

۔

"جنگلی بلی چپ کرو" طلحہ نے کہا اور صاف کرنے لگا۔

جب سے ان کی شادی ہوئی تھی سمل کو روز نیا مسئلہ درپیش تھا۔ کبھی ہیل کا اسٹیپ بند نہیں ہو رہا ہوتا تھا تو کبھی لائنز خراب، کبھی دوپٹہ اٹک جاتا تو کبھی سمل گر جاتی اور ہر کام کے لیے طلحہ کو ہی آواز دیتی تھی۔ اور طلحہ بیچارہ غریب شوہر بیوی کا موڈ ٹھیک کرنے میں لگا رہتا تھا، کیونکہ اسے پتا تھا اس کی جاب ٹف ہے سو سمل کی ہر بات مانی جائے۔

ابراہیم آج سے جاب پر تھا۔ شندانہ کا دل لگ ہی نہیں رہا تھا۔

"افف پہاڑ جیسا دن اکیلے کیسے گزاروں گی" شندانہ بڑبڑائی تھی اس نے تحریم کو کال ملائی۔

"بھابھی بور ہو رہی ہوں". شندانہ نے کہا تھا۔

"تو آجاو ملنے "تحریم نے کہا تھا۔

"کیسے آوں وہ جاب پر ہیں "شندانہ نے کہا تھا۔

"ہائے میں صدقے جاوں "تحریم نے چھیڑا تھا۔

"آپ بہت چالاک ہو گئیں ہیں". شندانہ نے کہا تھا۔

"ہاں نا،ہو ناہی پڑتا ہے "تحریم نے کہا تھا۔

"اچھا چلیں یہ بتائیں کہ میرے بغیر نیازی منزل خالی لگتی ہے "شندانہ نے پوچھا تھا۔

"سچ بتاوں تو نہیں لگتی میں جب سوچتی ہوں کہ تم ابراہیم بھائی کے گھر ہو میرے دل میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے اور میں مطمئن ہو جاتی ہوں،ہاں تمہیں یاد تو سب کرتے ہیں "تحریم نے جواب دیا تھا۔

"میں آوں گی آج شام ابراہیم کے ساتھ "شندانہ نے کہا تھا۔

"میں انتظار کروں گی "تحریم بولی تھی۔

مئ لگتے ہی ملتان میں گرمی شروع ہو چکی تھی۔خان پور تو ویسے ہی گرم علاقہ تھا۔

"شکر ہے گدھے نے جلد ہی شادی کر لی "خان صاحب نے بیگم سے کہا تھا۔

"ہاں بیٹے کا بسا ہوا گھر دیکھتی ہوں تو خوش ہو جاتی ہوں "فرازیہ بولی تھیں۔

"اسے کہو لیکر آئے بہو کو "وہ چائے کی چسکیاں لینے لگے تھے۔

"کہہ رہا تھا جلد آئے گا "وہ بولی تھیں۔

"ہاں خوش تو بہت ہے نالائق "وہ بولے تھے۔

"ہاں الحمداللہ "انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"بہو مجھے اچھی لگی ہے، سنبھال لے گی بچوں کو بس زرا وقت درکار ہے "انہوں نے بیگم کے زہن میں پلتے سوالات کو زبان دی۔

"شاید ایسا ہی ہو مگر یہ رشتہ نازک نوعیت کا ہے نا "انہوں نے فکر مندی سے کہا تھا۔

"نہیں سب اچھا ہی ہو گا "خان صاحب نے بیگم کو تسلی دی تھی۔

"انشاءاللہ "وہ جواباً مسکرائی تھیں۔

شام میں سمل کے والد نے طلحہ کو فون کیا تھا۔

سلام دعا کے بعد وہ مدعے پر آئے تھے۔

"بیٹا اچھی گزر رہی ہے نا "انہوں نے پوچھا تھا۔

"جی الحمداللہ "طلحہ مسکرا دیا تھا۔

"زیادہ تنگ تو نہیں کرتی، شیر ازی صاحب نے پوچھا تھا۔

"نہیں "طلحہ کی طرف سے یک طرفی جواب آیا تھا۔

ان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"اب اگر میں کہتا کہ کرتی ہے تو آپ کہتے کوئی بات نہیں پیار سے رہو ٹھیک ہو جائے گی "طلحہ نے قہقہے کا جواب دیا تھا۔

"چلو فرض کر لیتے ہیں کہ وہ تمہیں تنگ نہیں کرتی "شیر ازی صاحب لطف اندوز ہو رہے تھے ۔

"جی جو ممکن نا ہو اسے فرض کر لیا جاتا ہے۔اور محبت عجب جذبہ ہے جس میں ہم سب فرض کر لیتے ہیں "طلحہ نے سر شاری سے کہا تھا۔دوسری طرف شیر ازی صاحب کا دل مطمئن ہو گیا تھا ۔

"شندانہ !"وہ کچن میں تھی جب ابراہیم واپس آیا تھا۔

"جی "شیشوں سے مزین ڈریس پہنے ہوئے وہ دلکش لگتی تھی۔

"تم اتنی سندر کیوں ہو ؟"ابراہیم نے ٹرانس میں کہا تھا۔

New Era Magazine

سامنے کھڑے وجود کی پلکیں جھک گئی تھیں۔نازک چہرہ ستواں ناک اوس اس میں ڈائمنڈ کی نوز پن بہت دل لبھاتی تھی۔

"آج رات کا کھانا ہم نیازی منزل میں کھائیں گے"شندانہ نے کہا تھا۔

"جو حکم "ابراہیم نے جواب دیا تھا۔

"ویسے آپ اتنے سیدھے ہیں نہیں جتنے نظر آتے ہیں"شندانہ نے کہا تھا۔

"بس آپکی محبت میں یہ بندہ عاجز ہوا پھرتا ہے"ابراہیم نے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔

شندانہ نے یونیفارم میں ملبوس شریک حیات کو دیکھا اسے خود پر رشک آیا تھا۔اتنا شاندار بندہ اس کا نصیب تھا۔

محبت کی دیوی ان پر مہربان تھی۔

وقت مسکرایا تھا،اس نے ان دونوں کو ایک کر دیا تھا۔

محبت تو اس ملن پر ویسے ہی شاداں وفرحاں تھی۔

شندانہ کو اب پتا چلا تھا کہ من پسند ساتھی مل جائے تو سکون مل جاتا ہے۔دل کو چین پڑتا ہے۔زبان من پسند گانے گانے لگتی ہے۔دل دلکش دھنیں سیکھ لیتا ہے اور انسان کو سب اچھا لگتا ہے،اتنا اچھا کہ اس فانی زندگی میں ہی جنت کا گمان ہونے لگتا ہے۔لیکن جنت آسانی سے نہیں ملتی اسے بھی نہیں ملی تھی،اس نے کئی ماہ کی مشقت جھیلی تھی۔

"ابھی تو زندگی میں پیچ و خم اور بھی ہیں پیاری!"وقت نے سرگوشی کی تھی۔

"افففف تم یہاں کیسے ؟" طلحہ نے اپنا سر تھام لیا تھا۔

"تو کیا میں نہیں آسکتی" حسب معمول ٹراوزر اور شرٹ میں ملبوس ساتھ بڑا سا دوپٹہ اوڑھے سمل نے مسکراہٹ پیش کی تھی، بڑی سی مسکراہٹ جو ہم اگلے کو زبردستی دیتے ہیں۔

"میں یہاں کام کرنے آیا ہوں رنگ رلیاں منانے نہیں" وہ غصے ہوا تھا۔

"تم مجھے دوسری بار ہرٹ کر رہے ہو" سمل کو سوات سے واپس آنے کا واقعہ یاد آگیا تھا، سمل کو کیسے اس نے واپس بھیجا تھا۔

"شادی سے پہلے تمہیں پتا تھا کہ میں ایک جاسوس ہوں، پھر بھی تم نے کی نا تواب جو ہے جیسا ہے کی بنیاد پر قبول کرو، میں چوبیں گھنٹے تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا" طلحہ نے دانت پیسے تھے
۔

سمل نے اس سے ہاتھ چھڑایا اور صوفے پر ڈھے گئی۔

طلحہ غصے میں فلیٹ چھوڑ گیا تھا۔ وہ ہفتہ پہلے سمل کو میکے چھوڑ کر کراچی آیا تھا، اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ باتوں باتوں میں اس سے ایڈریس نکلوانے والی سمل اس کے پیچھے آجائے گی۔

"بس اب تھک گیا ہوں میں" آدھے گھنٹے سے جاگنگ کرتے خاور نے کہا تھا۔

"بس دس منٹ اور" دوڑتے ہوئے پھولی ہوئی سانسوں سے علینہ بولی تھی۔

"تم اتنی ظالم نکلو گی، مجھے اندازہ نہیں تھا" خاور بڑبڑایا تھا۔

"اتنی نہیں اس سے زیادہ" علینہ نے دانت نکالے۔

اس وقت علینہ اسے کسی چڑیل سے کم نہیں لگی تھی۔

"بس ہم دوست کنوارے ہی بھلے تھے جب سے تینوں نے شادی کی ہے عذاب کی صورت بیویاں نازل ہو گئی ہیں" ٹریک سوٹ میں خاور کیانی کی جلد کی رنگت سرخ ہو چکی تھی۔

"کیا کہا۔۔۔۔" علینہ چیخی تھی۔

"سچ کہا ہے" خاور نے کہا اور پارک کے داخلی دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ کیا اس کی جاب میں ورزش کی کمی تھی جو وہ بیوی کے اشاروں پر بھاگتا رہے، کیوں بھئی وہ ایک مشرقی مرد تھا علینہ کو اس کی بات ماننی چاہیے تھی وہ کیوں مانے۔

"بس علینہ بیگم تم کونسا چوبیس گھنٹے ساتھ ہوتی ہو، جو دل چاہے گا کھاؤں گا" اس نے تصور میں علینہ کو منہ چڑایا اور گھر میں داخل ہو گیا۔

وہ لوگ نیازی منزل کے لیے نکل چکے تھے۔ چھاونی زرا منگورہ شہر سے ہٹ کر تھی۔

شندانہ سیاہ جوڑے میں ملبوس تھی۔ اس کا دل پتنگے کی مانند الجھ رہا تھا۔ وہ جب بھی ابراہیم کے ساتھ ہوتی تھی اس کا دل ایسے ہی عجیب و غریب قسم کے تصورات سے قصے لاچار کرتا تھا۔ ابراہیم اس کی زندگی کا Central point بن چکا تھا۔ چوبیس گھنٹے شندانہ کی سوچ اس کے گرد طواف کرتی تھی۔ وہ اس کی زندگی کا گلاب تھا، ایسا گلاب جس کی حسین سنگت میں اب تمام زندگی گزرنی تھی بالکل کہکشاں کی مانند۔

"تم چپ کیوں ہو جاتی ہو" مٹی رنگ کے قمیض شلوار میں ملبوس لیفٹینینٹ کرنل صاحب نے پوچھا تھا۔

ابراہیم جب آپ ہوتے ہیں تو مجھے ہمارے درمیان خاموشی بہت مقدس لگتی ہے 'ایک روح پرور سا نشہ ہوتا ہے جب میری محبت آپ سے ہم کلام ہوتی ہے۔ میری نظریں آپ کے چہرے سے بار بار ٹکرا کر واپس آتی ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ میں مکمل ہو گئی ہوں۔ آپکے چہرے پر جو ہلکی سی مسکان آتی ہے وہ مجھے دنیا کے ہر منظر سے زیادہ عزیز ہے، میں آپ کے ساتھ بہت خوش ہوں مجھے یہ محسوس کرنے دیں اور مجھے خود کو یقین دلانے دیں کہ اب آپ صرف میرے ہیں۔ میرے دل نے ہجر کی تپتی ہوئی راہیں دیکھی ہیں اب اسے وصل کے خوشنما نخلستان سے جڑنے دیں" وہ سانس روکے ٹرانس میں بول رہی تھی۔

اور ابراہیم کی زبان گنگ ہو گئی تھی۔ اس نے سر جھکائے ہولے سے بولتی شریک حیات کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ تمام زندگی ایسے اسے دیکھتے ہوئے گزار سکتا تھا، وہ یہ بات کہنا چاہتا تھا مگر جذبات غالب آ گئے تھے۔ اس نے ڈرائیونگ پر توجہ دی تھی۔

گاڑی میں پر سکون اور مدھم سی خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔

"بہاریں تم پر قربان ہو جائیں" محبت نے دعا دی تھی۔

"آمین"" وقت نے جھٹ سے کہا تھا، وہ واقعی ان پر مہربان تھا۔ وہ ایسے ہی تو مہربان نہیں ہوا تھا اس کے لیے دونوں نے ہجر کا لمبا راستہ کاٹا تھا۔

طلحہ رات میں واپس آیا تو فلیٹ خالی تھا۔ سمل جا چکی تھی۔

I hate you

Because you are my better life

I hate the time

When you are not with me

I hate your job

Indeed i hate all those

things which accomodate your concentration

I hate you

Because you are my focal point

My momentum indeed

"Foolish Simal "

وہ نوٹ پڑھتے ہوئے مسکرادیا تھا۔وہ اب سوچنے لگا تھا کہ اس نے کیسے وقت نکال کر ملتان جانا تھااور روٹھی ہوئی بیوی کو منانا تھا،اس آفت کو منانا آسان نہیں تھا۔

سمل کا طلحہ کی زندگی میں ہونا کسی تھرلر سے کم نہیں تھا۔

I love you. Because, you are mad.

Hey, you my life line! Remember, when i am not with you, indeed i am with you.

My silly girl! Your man is not a common one

He is the spy. Who lives silently, who loves silently. You are the only fixture.

To which my heart can relate too

New Era Magazine

You are my focal point girl, be brave you are a wife of a soilder .
Your husband"

سمل نے میسج پڑھا اس کی آنکھیں نم ہوئیں اور وہ بڑبڑائی تھی۔

"I miss you man , i miss you "

اور کھڑکی سے جھانکتا چاند روشن تھا۔ دو دلوں کے حالات کا چشم دید گواہ تھا۔ شاید چاند کو خدا نے اسی لیے. بنایا تھا کہ وہ اداس دلوں کو اپنے نور سے منور کرتا رہے اور اپنی چاندنی بکھیر کر سب کو خوشی دیتا رہے۔

خوشبودار پھولوں اور رسیلے پھلوں کی سرزمین، جنت کا ٹکڑا، بہتے جھرنے، سبزہ اور ھریالی، جہاں قدرت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ھے۔

شاھی باغ وادی سوات کالام کا ایک انتہائی خوبصورت مقام ھے۔

شاھی باغ جانے کے لئے یہ مناسب ھے کہ رات کالام میں قیام کیجئے،اور صبح موسم کو مد نظر رکھتے ہوئے شاھی باغ کیلیئے روانہ ھوں۔تاکہ وھاں چند گھنٹے گزارنے کے بعد شام سے پہلے آپ واپسی کالام آسکیں کیونکہ شاھی باغ میں فلحال کوئی ھوٹل یا ریسٹورنٹ نہی ھے اس لئے ضروری اور کھانے پینے کی اشیاء کالام سے ھی لے لیں۔

کالام سے شاھی باغ تک کا فاصلہ تقریباً آڑھائی گھنٹے میں طے ھوتا ھے۔یہاں بائیک یا جیپ کے ذریعے جایا جاسکتا ھے۔

کالام سے ایک گھنٹے کی مسافت پر وادی اترور ھے اور پھر وھاں سے مزید آگے ڈیڑھ گھنٹے کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ھم شاھی باغ میں داخل ھوتے ھیں۔
"شندانہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ وادی سوات زمین پر جنت کا ایک ٹکرا ہے اور تم اس وادی کی ملکہ ہو "شندانہ سے ابراہیم مخاطب تھا۔

"اور مجھے لگتا ہے کہ آپ کوئی پری زاد ہیں جو راستہ بھول کر زمین پر آگئے ہیں "شندانہ نے جھٹ سے کہا تھا۔

دلکش نظارے اور خوبصورت آسمان خوبصورتی آنکھیں موہ لینے والی تھی۔

"تمہاری ناک بہت پسند ہے مجھے "ابراہیم نے اس کی ناک کھینچی تھی۔

شندانہ مسکرادی تھی۔

"میں سوچ رہی ہوں ہم بچوں کو یہاں لے آتے ہیں "شندانہ نے کہا تھا۔

"کیا۔۔۔۔" گرے شلوار قمیص میں ملبوس ابراہیم نے استفسار کیا تھا۔

"تم سنبھال سکو گی "وہ بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"کوشش تو کرسکتی ہوں "شندانہ نے دل پر پڑے بوجھ کو ہلکا کیا تھا۔

"تو اتنے دنوں سے یہی کھچڑی پک رہی تھی "ابراہیم نے کہا تھا۔

"واہ صاحب آپ تو سوچ بھی پڑھ لیتے ہیں "شندانہ نے کہا تھا۔

"ہاں تمہیں تم سے زیادہ جانتاہوں "ابراہیم نے کھانا نکالتے ہوئے کہا تھا۔اد کاد کا سیاح تھے۔ یہاں پر آنا مشکل تھاتو کم لوگ ہی آتے تھے۔پر سکون سے سماں تھا۔وہ کہا جاتاہے ناکہ امن و چین کی بانسری ہمیں فطرت میں ہی محسوس ہوتی ہے اور یہاں ایساہی تھا۔

"آپ کی باتیں دلفریب ہیں،آپکے انداز جان لیواہیں "شندانہ نے کہا تھا۔

"بس جن سے محبت کی جاتی ہے ان کے لیے محبت کے انداز اپنائے جاتے ہیں "پرنس چارمنگ نے کہا تھا۔

"ہاں اور جن سے محبت کی جاتی ہے تو ان سے متعلق ہر چیز اور انسان سے غیر ارادی طور پر محبت ہو ہی جاتی ہے "خوبصورت پری نے کہا تھا۔

اور محبت دو د محبت کرنے والوں کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"مبارک ہو "وقت نے کہا تھا۔

"خیر مبارک "محبت بڑبڑائی تھی۔

ملتان کے گرم موسم میں سمل کا مزاج بھی تھا

"میں اس بے حس شخص کے پیچھے جاتی کیوں ہوں ؟"سمل بڑبڑائی تھی۔

"کیوں کہ تم اس سے اتنی محبت جو کرتی ہو "وقت نے کہا تھا۔

"کوئی محبت نہیں ہے "وہ بڑبڑائی تھی۔

"کیوں نہیں ہے ؟"طلحہ کا عکس آئینے میں بولا تھا۔

وہ بیڈ پر گر گئی تھی۔ سی گرین دوپٹہ نیچے فرش پر جھاڑو دے رہا تھا۔

"لو دیکھو اپنی عزت بچانے کے لیے بیٹی کا بیاہ دو بچوں کے باپ سے کر دیا" خالد نیازی نے حماد سے کہا تھا۔

"عزت بچانے کے لیے نہیں کی محبت بچانے کے لیے کی ہے "حماد نے دل گرفتگی سے کہا تھا

"واقعی "وہ حیران ہوئے تھے۔

"جی بالکل، آپ نے تو بدلہ لینا تھا لے لیا اس سے ان کا کچھ نہیں بگڑا بلکہ آپکے بیٹے کا دل ہی برباد ہوا ہے۔ جس لڑکی سے محبت کی اس کی نظروں میں گرادیا بلکہ پورے خاندان کے سامنے عزت کا تماشہ بنوادیا میرا" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا اور باہر نکل گیا۔

"تم کیسے باپ ہو بیٹے نے پہلی بار خواہش کی تھی اور تم نے انتقام کی آگ میں اپنا گھر ہی برباد کیا ہے تم حماد کی نظروں میں کبھی سرخرو نہیں ہو سکتے خالد نیازی" آئینے میں نظر آتا اپنا چہرہ ان کو بہت بھیانک لگا تھا۔

چار سال بعد

سفینہ لاج ویسی ہی تھی۔ہاں اب آف وائٹ پینٹ کی جگہ کیمل کلر کا پینٹ کروایا گیا تھا۔اب بچوں کی وجہ سے رونق رہتی تھی۔کیونکہ شندانہ اکثر یہاں آجاتی تھی۔خان صاحب ہمیشہ کے لیے سیاست چھوڑ کر بس زمین داری پر لگ چکے تھے۔ان کے اور ابراہیم کے تعلقات اب قدرے بہتر تھے۔اس میں شندانہ کا بڑا ہاتھ تھا۔

آج یہاں بڑی چہل پہل تھی۔آج ابراہیم اور شندانہ کی بیٹی زر مینے کی پہلی سالگرہ تھی۔

New Era Magazine

"ماما زریبنے کے ساتھ میں بھی کیک کاٹوں گا" ساڑھے چار سال کے ننھے سے وجود نے کوئی ہزارویں بار ماں سے کہا تھا۔

"ہاں بیٹا مجھے یاد ہے آپ پاپا کے پاس جاو میں آرہی ہوں" کچن میں مصروف شندانہ نے مسکرا کر کہا تھا۔

"ان باپ بیٹوں کے تو سوالات ہی ختم نہیں ہوتے ہیں" اس نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا اور مصروف ہو گئی تھی۔

"ماشاءاللہ شندانہ نے کیسے بخوبی سب سنبھال لیا ہے" سمین آپا نے تعریف کی تھی۔

"میری بہو ہے ہی بہت اچھی" فرازیہ بولی تھیں۔

"میرا بیٹا بھی اچھا ہے" خان صاحب نے گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"یہ میرے گناہ گار کان کیا سن رہے ہیں" ابراہیم کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا تھا۔ سیاہ تھری پیس سوٹ میں وہ ہمیشہ کی طرح ڈیشنگ دکھتا تھا۔ فوج نے اسے فٹ رکھا ہوا تھا۔

"غلط سن رہے ہیں گدھے" انہوں نے کہا اور کمرہ قہقہوں سے سج اٹھا تھا۔

"یہ کس بات پر ہنسا جا رہا ہے" کمرے میں داخل ہوتی شندانہ نے پوچھا تھا۔ سرخ اور گولڈن بنا رسی ساڑھی میں اس کا سراپا قابل رشک تھا۔ گلے میں گولڈ کی چین تھی جو ابراہیم نے اسے پچھلی سالگرہ پر تحفے میں دی تھی۔ ریشمی بھورے بالوں کا جوڑا بنائے وہ سیدھا دل میں اترتی تھی۔

"بس بیگم مجھ مظلوم کی شامت آئی ہے" ابراہیم نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے کہا تھا۔ وہ آج بھی پہلے دن کی طرح شندانہ کی محبت میں گرفتار تھا۔ اور یہ محبت اس کے ہر انداز میں جھلکتی تھی، آنکھوں سے لپکتی تھی، اشاروں میں چھلکتی تھی۔

"یار کب کیک کاٹا جائے گا بھوک سے میرے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں" خاور نے حسب معمول دہائی دی تھی۔

"اف یہ آدمی "علینہ کو کوفت ہوئی تھی۔

"ہاں ابھی کاٹ لیتے ہیں، بس طلحہ کو پہنچنے دو "ابراہیم نے اسے تسلی دی تھی۔

"یہ ہمیشہ کی طرح لیٹ ہی آئے گا" خاور نے بھوک میں اپنا تجزیہ پیش کیا۔

"آپ سکون سے بیٹھ جائیں کچھ دیر "سفید پرلز کے کام والے ٹراوزر شرٹ میں ملبوس علینہ نے کہا تھا۔

"بے بی کہاں ہے "خاور نے اپنے دو سالہ بیٹے کے بارے میں دریافت کیا۔

"وہ باہر ہے بچوں کے ساتھ "علینہ نے کہا تھا، وہ آج بھی ویسی تھی روزاول کی طرح اسمارٹ اور ایکٹو۔

"بیگم آپ تو آج غضب ڈھارہی ہیں "خاور نے علینہ کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

وہ ہلکا سا مسکرائی اور پھر اسے چیونٹی کاٹی۔کیونکہ خاور کی رومینٹک حس ہمیشہ پبلک پلیس پر ہی کام کرتی تھی۔گھر میں تو اسے کھانے یا سونے کے علاوہ کچھ نہیں سوجھتا تھا۔

"ظالم عورت" گرے تھری پیس سوٹ میں ملبوس خاور بڑبڑایا تھا۔

ان کی محبت ایسی تھی املی کی چٹنی جیسی بہت ساری کھٹی اور تھوڑی سی میٹھی۔

"بیگم میکے آکر تو تم لفٹ ہی نہیں کرواتی" یاور نے تحریم سے شکوہ کیا تھا۔

"آپ بھی نا"ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی ہوئی تحریم کی مکمل توجہ اپنی لپ اسٹک پر تھی۔دو بچوں کی پیدائش کے بعد اس کا وجود بھرا بھرا سا ہو گیا تھا،لیکن وہ آج بھی Fashion Icon تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے" یاور نے داڑھی پر ہاتھ رکھا اور جتاتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ پیچھے سے تحریم کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ یہ شوہر حضرات کوئی عجیب ہی مخلوق ہوتے ہیں میٹ کی لپ اسٹک تھامے تحریم سوچ رہی تھی۔

"شکر ہے تم آ گئے، ورنہ اس خاور نے خود ہی کیک کاٹ کر خود ہی سارا کھا جانا تھا" ابراہیم نے طلحہ سے کہا تھا۔

وہ اور سمل آج کل کراچی میں سیٹل تھے۔ ان کی چھ ماہ کی ایک بیٹی تھی۔

"آپ کو تو پتا ہے ابراہیم بھائی ان کی تیاریاں کہاں ختم ہونے میں آتی ہیں" سمل نے چڑ کر کہا تھا، وہ پہلے سے بھی دلکش دکھتی تھی۔

"ہاں جانتا ہوں بندہ بہت ہی کمال ہے" ابراہیم نے طلحہ کی سائیڈ لی تھی۔

"یہ بیویاں کب خوش ہوتی ہیں" نیوی بلیو کلر کے تھری پیس جوڑے میں ملبوس طلحہ کی طرف سے جواب آیا تھا۔

"ابراہیم بھائی آجائیں بھابھی بلا رہی ہیں" میری نے آواز دی تھی۔ وہ آج کل ابراہیم کے بلاوے پر نوشیرواں اور اپنے ڈھائی سالہ بچے کے ساتھ پاکستان میں تھی۔

تقریب سفینہ لاج میں ہی تھی۔ سالگرہ کا کیک کٹ چکا تھا۔ زرمینے اب خوش ہو کر تالیاں بجا رہی تھی۔ اب اذان کیک کاٹ رہا تھا۔

"اوئے ہیرو بس کر دے باپ کی طرح کیک کاٹنے کا بہت شوق ہے" خاور نے چٹکلہ چھوڑا تھا۔

"ہاں یہی کیک کاٹ کر بانٹا تھا" طلحہ گفتگو میں شامل ہوا تھا۔

"بیٹا اسے مجھے دے دو" شایان نیازی نے ابراہیم سے کہا تھا۔ ابراہیم نے زرمینے کو تھما دیا تھا۔

"گل مئی یہ تو بنی بنائی شندانہ ہے" وہ بیگم سے مخاطب تھے۔

"ماشاءاللہ" گل مئی نے زرمینے کا ماتھا چوما تھا۔ وہ آج بھی گریس فل تھیں۔

"مجھ پر گئی ہے یہ "شایان نیازی بولے تھے۔

"جی نہیں اس کی ناک بالکل میرے جیسی ہے اور فیس کٹ بھی "وہ دن میں جانے کئی بار یہ بحث کرتے تھے۔اپنی لخت جگر کے گھر کی ننھی کلی انہیں جان سے پیاری تھی۔اب بھی ڈھیروں تحفے تحائف لیے وہ دو دن پہلے سے ہی سفینہ لاج میں موجود تھے۔

"تم نے کھانا کھایا تھانا "نوشیرواں نے میری سے دریافت کیا تھا۔

"ہاں کھایا تھا "میری نے نیل پالش اتارتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"شندانہ بہت خیال رکھتی ہے بچوں کا، کہیں سے سوتیلی ماں نہیں لگتی "نوشیرواں گویا ہوا تھا۔

"ہاں یہ تو ہے بہر حال ہما کی جتنی بھی زندگی تھی اس نے جی لی اور اب شندانہ اپنی جی رہی ہے ابراہیم کے ساتھ "میری نے نم آنکھوں سے کہا تھا۔آج بھی روز اول کی طرح اسے ہما سے لگاو تھا۔وہ ابراہیم سے رابطے میں رہتی تھی۔

"تمہیں یاد ہے میری ہم کہتے تھے نا کہ ہما کی اچانک موت کیوں ہوئی؟"نوشیر واں نے پر سوچ نظروں سے بیوی کا چہرہ دیکھا تھا۔

میری نے رخ موڑ کر اسے دیکھا اور بستر پر آگئی تھی۔

"کیونکہ اس پر انکشاف ہو گیا تھا کہ ابراہیم اس سے محبت نہیں کرتا اور اسی صدمے نے اس کی جان لے لی"

"ہاں لیکن تمہیں یہ کیسے لگا؟"میری نے سوال کیا تھا۔

"تمہیں ان دونوں کو دیکھ کر نہیں لگتا کہ ان کی محبت کی شادی ہے دونوں ایک دوسرے کے عشق میں گوڈوں گوڈوں ڈوبے ہوئے ہیں،اور شندانہ ایک سوتیلی ماں نہیں ہے کیونکہ وہ ابرا ہیم سے بے پناہ محبت کرتی ہے اور یہی محبت اس کے دل میں بچوں کے لیے گوشہ نرم رکھتی

ہے،ورنہ وہ کیوں کرتی ابراہیم سے شادی جب کہ وہ دو بچوں کا باپ بھی تھا"نوشیر واں نے لاجک کی بات کی تھی۔

"تمہیں آج اچانک سے خیال کیسے آیا؟"میری حسب معمول اٹکی تھی۔وہ اب بھی کبھی کبھی اردو بولتے ہوئے اٹکنے لگتی تھی۔

"کیونکہ ہم لوگ ہما کی وفات کے بعد پاکستان ہی اب آئے ہیں یہ میرا مشاہدہ ہے"آف وائٹ کرتے میں ملبوس نوشیر واں نے کہا تھا۔

"ہاں لیکن یہ غلط بھی تو ہو سکتا ہے؟"میری نے کہا تھا۔

"شاید"نوشیر واں نے کہااور خاموش ہو گیا تھا۔

"بہر حال جو بھی ہوا لیکن ہما کی اتنی ہی عمر تھی وہ اب کسی بھی واقعہ سے طویل یا قلیل تو نہیں ہو سکتی تھی"میری نے جواب دیا تھا۔وہ دونوں روزاول کی طرح ہما سے محبت کرتے تھے اور روزرات سونے سے پہلے اسے یاد کر کے سونا ان کا معمول تھا۔

"ہاں یہ بھی "نوشیرواں قائل ہوا تھا۔

"بہر حال تم اس بات کا تذکرہ کسی سے مت کرنا "میری نے اسے تلقین کی تھی۔

رات کو بیڈروم میں شندانہ سب کام سنبھال کر آئی تو ابراہیم کو منتظر پایا تھا۔

"شکریہ ہر اس خوشی کے لیے جو تمہاری وجہ سے میری زندگی میں داخل ہوئی "اس نے ہاتھ تھاما تھا۔

"اس سکون کے لیے جو تمہاری وجہ سے میری زندگی میں قائم ہے "اب وہ اسے گھمارہا تھا۔

"ہر اس لمحے کے لیے جس میں تم میرے پاس ہوتی ہو "دونوں ہاتھ تھامے وہ ہولے سے آگے پیچھے ہ گھوم رہے تھے۔

شندانہ نے ابراہیم کے کندھے سے سر ٹکا دیا تھا۔یہ فوجی اس کی ہستی کا مان تھا اس کے سر کا تاج تھا،اس کی زندگی پر اس کا راج تھا۔

"شکر ہے پہنچ ہی گئے ہم آج"سمل نے کہا تھا۔

"ہاں تو اور کیا بیگم نا پہنچتے کیا میری بھتیجی کی سالگرہ تھی"طلحہ فون پر مصروف تھا۔

"یہ میری سوتن کو ایک طرف رکھ دیا کرو،جب تم فون استعمال کرتے ہو"وہ تپی تھی۔

"یہ لیں"طلحہ نے فون رکھ دیا تھا۔خطرناک ایجنٹس کو وہ پکڑ لیتا تھا،قیمتی راز چرا لیتا تھا مگر سمل کی محبت کے آگے وہ پہلے دن سے ہی بے بس تھا۔

"اچھا آج تو میری تعریف ہی نہیں کی تم نے"فرمائش داغی گئی تھی۔

" کبھی آپ بھی کہہ دیا کرو، مجازی خدا ہوں تمہارا کوئ سہیلی نہیں ہوں جو اس بے تکلفی سے مخاطب ہوتی ہو "طلحہ نے ہمیشہ والا رونا رویا تھا۔

"میرا شوہر میری مرضی "سمل نے کہا اور کھلکھلا دی۔

طلحہ اسے دیکھ رہا تھا اور زندگی کی ساری بہاریں وار دی گئیں۔ محبت نے اپنا سایہ پھیلا دیا۔

"ویسے آج آپ نے بہت کھایا ہے آپ نے اتنی شرمندگی ہوئ مجھے لوگ کیا کہتے ہوں گے" علینہ نے حسب معمول طلحہ کو ڈانٹا تھا۔

"بیگم ! کبھی تو رومینٹک ہو جایا کرو ہر وقت حکم دیتی رہتی ہو "طلحہ نے کہا تھا۔

وہ مسکرادی تھی۔

"ویسے یہ رنگ تم پر اچھا لگتا ہے، پہنتی رہا کرو" اس کا لہجہ گھمبیر ہوا تھا۔

"شکریہ" وہ حجاب میں صرف اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

ابراہیم اور خاور کی پروموشن ہونے والی تھی۔ طلحہ کے رینک میں سینئیر کا اضافہ ہو گیا تھا۔

آج سب ملتان تھے۔اس شہر محبت میں جہاں ان کو محبت نے ملایا تھا۔انہیں زندگی کے لیے دلچسپ ساتھی دیئے تھے۔کچھ شہروں سے کوئی خودساختہ قسم کی محبت ہوتی ہے۔ایسی محبت جو انمٹ ہوتی ہے۔ محبت ایک معجزہ ہے اور جہاں معجزے عمل پذیر ہوں وہ جگہیں کہاں بھو لتی ہیں ہم انہیں بھول ہی نہیں سکتے ہیں، بھول بھی کیسے سکتے ہیں حیات کار گزار کے دلکش لمحوں کی گواہ وہ جگہیں ہوتی ہیں۔ تو ملتان ان سب کے لیے وہی تھا۔

بات شمس کے شہر میں پہلی ملاقات کی چلی تو ماحول دلچسپ ہو گیا۔

"میں ابراہیم سے دوسری بار تحریم کی شادی پر ملی تھی، بالکل فلمی انداز تھا سوچوں تو آج بھی چہرے پر مسکراہٹ آجاتی ہے" شندانہ نے بات شروع کی تھی۔

"ہم جاننا چاہیں گے" تحریم نے لب کشائی کی تھی۔

میں سیڑھیوں سے نیچے آرہی تھی کہ ٹکر لگی مجھے اور سیدھا گر کر ان کی باہوں میں آتے آتے رہ گئی۔ خیر تب یہ میریڈ تھے لیکن "" It was something magical

آف وائٹ قمیض شلوار میں اس کے چہرے پر مسکان تھی۔

میری ملاقات سمل سے روڈ پر ہوئی تھی

سڑک کنارے

اک چلبلی حسینہ سے

ایک شب ملاقات ہو گئی

نیند جو پہلے بے شمار تھی

پھر کمیاب ہو گئی

شوخیاں اس کی اللہ اللہ

شرارتیں اس کی ماشاءاللہ

کھٹ پٹ جب بھی وہ

New Era Magazine

بولتی ہے

تو جنگل میں جگنو

ٹمٹماتے ہیں

وہ لڑکی اف اللہ

کتنی پاگل ہے

جس نے دیوانا بنا کر

ہمیں رکھ چھوڑا ہے

" It was really a spark "اس نے حاظرین پر نگاہ ڈالی۔

سمل بہت خوش ہو کر اور سب بہت دلچسپ انداز میں مسکرا رہے تھے، وہ اس وقت تحریم کے میکے میں تھے۔

علینہ سے میری باضابطہ ملاقات ابراہیم کی شادی پر ہوئی تھی اور میں پہلی نظر میں دل ہار بیٹھا تھا

۔

اور پھر باری باری سب نے اپنے تاثرات بیان کیے تھے۔

نیازی منزل کی آب وتاب ویسے ہی تھی۔وہ آج بھی سفید رنگ میں اپنی شان وشوکت سمیت حکمرانی کر رہی تھی۔فارم ہاوس کا رقبہ بڑھا دیا گیا تھا۔اب تو فلموں کی شوٹنگ ہوتی تھی۔ سیاحوں کے لیے الگ سے پورشن تھا تو یاور کے لیے بزنس بن گیا تھا۔وہ تحریم اور اپنے بچوں کی زندگی میں آمد کو خوش قسمتی سمجھتا تھا۔

"ویسے تم شاید اس لیے فیشن کرتی ہو کہ اتنا ہینڈسم شوہر کوئی اور نا لے اڑے" یاور نے تحریم سے کہا۔

"ہنہہ "وہ حسب معمول شیشے کے آگے بیٹھی تھی۔بچے گل مئی اور بڑی اماں سے بہت قریب تھے۔ تحریم کے پاس تو صرف سونے آتے تھے۔

"اُفف اور کتنی بجلیاں گراو گی بس کرو" یاور نے کہا تھا۔

مرجنڈا کلر کے جوڑے میں تحریم خوبصورت دکھتی تھی۔وہ لوگ یہیں پاس ہی کسی شادی میں جا رہے تھے۔

ان کی شادی شدہ زندگی میں اتار چڑھاو آتے رہتے تھے مگر یاور کی صلح پسندی سے کام اچھے سے چل رہا تھا۔

ان کی شادی شدہ زندگی میں اتار چڑھاو آتے رہتے تھے مگر یاور کی صلح پسندی سے کام اچھے سے چل رہا تھا۔

New Era Magazine

سمین آپا خوش تھیں۔ پچھلے سال انہوں نے دونوں بیٹیوں کی شادی کر دی تھی۔ شایان کا وہ رشتہ ڈھونڈ رہی تھیں۔ عون نے ریٹائی رمنٹ لے لی تھی۔ سمین آپا اور وہ دونوں سارا دن گارڈ ننگ یا پھر کچن میں گزارتے تھے۔ زندگی ایسے ہی آسان نہیں ہوئی تھی آسان بنائی گ ئی تھی۔ محبت پیار اور توجہ سے وقت سے شدید جنگ لڑ کر محبت کو آسانی ثابت کر کے۔

فرحین کی شادی ہو گ ئی تھی اس کی ایک چھوٹی سی بچی تھی۔ وہ شندانہ سے ملنے آتی رہتی تھی۔ اور شہر محبت کے سب کرداروں کو اپنی منزل مل گ ئی تھی۔ وہ منزل جس پر چل کر انہوں نے محبت کو ہاتھ میں کیا تھا۔

"سوات میں آئی یں تو شندانہ اور ابراہیم کے کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ اور شندانہ پینٹنگ میں مصروف تھی۔ ابراہیم کافی بنانے کچن گیا تھا۔ ہما کے ساتھ رہ کر ابراہیم اچھی کافی بنانا سیکھ گیا تھا۔ اسے ہما کا فی چھینٹتے وقت یاد آتی تو وہ مسکرا دیتا تھا۔ اور مسکراہٹ میں جذبات ہوتے کھونے کا دکھ جھلکتا تھا مگر اس کے پاس complete entertainment pakageشندانہ تھی۔

یہ لو بیگم کافی پیو آج سوات میں ہمارے گھر میں آخری کافی، پھر تو سسرال میں پیا کروں گا"

ابراہیم نے وضاحت کی تھی۔

وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ویسے اس پینٹنگ میں کچھ مسنگ ہے" ابراہیم نے گلابی جوڑے میں ملبوس شریک حیات سے کہا تھا۔

"وہ کیا۔۔؟" حسب معمول اس نے تیوریاں چڑھائی تھیں۔

"میں مسنگ ہوں" ابراہیم نے شکوہ کیا

"نہیں میں اسٹروک لگا رہی ہوں نیا"

"شندانہ نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا تھا۔

ابراہیم کی نظریں بدستور اس پینٹنگ پر تھیں۔گہری آنکھوں سے اس کی توجہ کا مرکز شریک حیات کے چلتے ہاتھ تھے۔اور کچھ ہی دیر میں ابراہیم کا خاکہ تیار تھا۔

وقت نے اپنے داو کھیل لیے، محبت جاوداں ہو گئی۔شہر محبت کے کردار اپنی زندگیوں میں مصروف ہو گئے اور یوں نئی کہانی کو جنم دینے کا وقت آ گیا۔

اور یہاں مریم اپنے قلم کو روک لیتی ہے۔پھر کسی نئے دیس میں نئے کرداروں کے ساتھ ان کی کہانی لکھنے کے لیے۔

❤ ختم شدہ ❤

نوٹ

گلاب رت کے حسین چہرو پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہوا گر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تا کہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ(نیوایرا میگزین)

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین